نماز وتر کے مسائل

وتر کا ثبوت:

سوال : باری تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی معرفت عوام الناس کو ارشاد فرمایا ہے:

﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(۱)

سو اس آیت کے تحت میں ہم پوچھتے ہیں اہل الذکر سے کہ وہ کون سی احادیث مرفوعہ، یا آثار مقبولہ ہیں، جن سے یہ پتہ چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ تین وتر پڑھے، دوسری رکعت میں تشہد کے لیے آپ بیٹھتے ہوں اور تیسری رکعت میں قبل دعائے قنوت کے رفع یدین کی ہو، اس کے متعلق اگر کوئی روایت ہے تو عنایت فرمائی جائے کہ کس کتاب کے کون سے صفحہ پر ہے، یا فعل صحابہ سے ثابت ہو؛ کیوں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ اختیار کرلیا، وہ لوگ فرقہ ناجیہ میں سے ہیں۔(۲)

(المستفتی: ۲۵۸۷، مستری عبدالعزیز جامع مسجد دہلی، ۸/ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ، ۱۷/اپریل ۱۹۴۰ء)

الجواب

صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک طویل روایت جلد: ۱/ص: ۱۹۴، میں ہے، جس کا ایک جملہ یہ ہے:

و كان يقول في كل ركعتين التحية و كان يفرش رجله اليسرىٰ وينصب رجله اليمنى، إلخ.(۳)

---

(۱) سورة النحل: ۴۳، انیس

(۲) عن عبدالله بن عمرو في حديث طويل قال النبي صلى الله عليه وسلم: ما أنا عليه وأصحابي. (سنن الترمذي، باب ماجاء في افتراق هذه الأمة، رقم الحديث: ۲۶۴۱، انیس)

(۳) صحيح لمسلم، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتح به: ۱/۱۹۴، رقم الحديث: ۱۱۳۸، ط: قديمي

عن عائشة مرفوعاً في حديث طويل وكان يقول: في كل ركعتين التحية. {رواه مسلم}(إعلاء السنن: ۶/۵۰، ۵۱، رقم الحديث: ۱۶۸۰، انیس)

عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يشفع الصلاة بالكتبير والقراءة بالحمد لله رب العٰلمين وكان إذا ركع لم يشخص رأسه ولم يصوبه ولكن بين ذلك وكانا إذا رفع رأسه ==

یعنی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہر دو رکعتوں پر تحیۃ یعنی تشہد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے تھے۔

اور ترمذی شریف جلد: ۱/ص: ۵۰، مطبوعہ مجتبائی میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الصلاۃ مثنٰی مثنٰی تشھد فی کل رکعتین، إلخ. (۱)

یعنی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نماز دو رکعت ہے (یعنی نوافل) ہر دو رکعت پر تشہد ہے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہر دو رکعتوں پر تشہد پڑھنا نماز کا عام قاعدہ ہے اور حضور نے یہی ہم کو تعلیم فرمایا ہے اور بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ تہجد و وتر کی گیارہ رکعتیں اس تفصیل سے بیان فرمائی گئی ہیں کہ پہلے چار پڑھتے تھے، آخری تین رکعتیں وتر کی ہوتی تھیں، (۲) اور مسلم شریف کی حدیث کے بموجب اس میں دو مرتبہ تشہد ہوتا تھا، دوسری پر اور پھر تیسری پر بعض روایات میں جو یہ آیا ہے کہ نہیں بیٹھتے تھے؛ مگر آخر میں اس کی تفسیر حضرت عائشہؓ کی وہ روایت کرتی ہے جو نسائی اور مستدرک حاکم میں ان الفاظ سے آئی ہے:

عن سعد بن ھشام کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر. (کذا فی آثار السنن) (۳)

یعنی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

== من الرکوع لم یسجد حتٰی یستوی قائماً وکان إذا رفع رأسه من السجدة لم یسجد حتٰی یستوی جالساً وکان یقول فی کل رکعتین التحیة وکان یفرش رجله الیسریٰ وینصب رجله الیمنٰی وکان ینھٰی عن عقبة الشیطان وینھٰی أن یفترش الرجل ذراعیه افتراش السبع وکان یختم الصلاة بالتسلیم. (الصحیح لمسلم، باب مایجمع صفة الصلاة وما یفتتح به: ۱/۱۹٤، رقم الحدیث: ٤۹۸، انیس)

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء فی التخشع فی الصلاة: ۱/۸۷-۳۸٦، ط: سعید (عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الصلاۃ مثنٰی مثنٰی تشھد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیک، یقول: ترفعھما إلٰی ربک مستقبلا ببطونھما وجھک، وتقول: یارب یارب، ومن لم یفعل ذلک فھو کذا وکذا". (سنن الترمذی، باب ماجاء فی التخشع فی الصلاة: ۱/۸۷، رقم الحدیث: ۳۸۵، انیس)

(۲) باب قیام النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رمضان وغیرہ: ۱/۱۵٤، ط: قدیمی (عن أبی سلمة بن عبدالرحمن أنه أخبره أنه سأل عائشة کیف کانت صلاة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولافی غیرہ علٰی إحدٰی عشرة رکعة یصلی أربعاً فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی أربعاً فلا تسئل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلاثاً، قالت عائشة: فقلت یارسول اللّٰہ: أتنام قبل أن توتر؟ فقال: یاعائشة إن عینی تنامان ولاینام قلبی". (صحیح البخاری، باب کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم تنام عینی ولا تنام قلبی، رقم الحدیث: ۳۵٦۹، انیس)

(۳) سنن النسائی، باب کیف الوتر بثلاث: ۱/۱۹۱، سعید/آثار السنن، باب الوتر بثلاث رکعات: ۱٦۹، إمدادیة ملتان ==

مطلب یہ کہ جن حدیثوں میں دو رکعتوں پر بیٹھنے کی نفی ہے، اس میں بیٹھنے سے سلام پھیرنے کے لیے بیٹھنا مراد ہے اور یہ مطلب اس لیے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے خلاف نہ ہو، جو مسلم کی روایت میں ''فی کل رکعتین التحیة'' (۱) کے الفاظ سے موجود ہے اور ترمذی میں ''تشهد فی کل رکعتین'' (۲) کے الفاظ سے مروی ہے، باقی تیسری رکعت میں قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا تو یہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

عن عبداللّٰه أنه أن يقرأ في آخر ركعة من الوتر ﴿قل هو اللّٰه أحد﴾ ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة. {رواه البخاري في جزء رفع اليدين وإسناده صحيح}(۳)

بخاری نے جزء رفع یدین میں حضرت عمرؓ سے بھی قنوت سے پہلے رفع یدین کرنا روایت کیا ہے اور بیہقی نے معرفہ میں حضرت ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے قنوت وتر میں رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔ (کذا فی آثار السنن، جلد:۲،ص:۱۸، مطبوعہ احسن المطابع پٹنہ)(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۳۹۱-۳۹۲)

== (عن سعد بن هشام أن عائشة رضي اللّٰه عنها حدثته أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان لا يسلم في ركعتي الوتر. {رواه النسائي وآخرون وإسناده صحيح}(آثار السنن، رقم الحديث: ٦١٣، ص: ١٦٣٠/ سنن النسائي، باب كيف الوتر بثلث: ١/١٩١، رقم الحديث: ١٦٩٨/ شرح معاني الآثار، باب الوتر، رقم الحديث: ١٦٧٠/ المعجم الصغير، من اسمه محمد، رقم الحديث: ٩٩٠، انيس)

(۱) عن عائشة قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يستفتح الصلاة بالتكبير والقراءة بـ﴿الحمد للّٰه رب العالمين﴾ وكان إذا ركع لم يشخص رأسه ولم يصوبه ولكن بين ذلك، وكان إذا رفع رأسه من الركوع لم يسجد حتى يستوي قائما وكان إذا رفع رأسه من السجدة لم يسجد حتى يستوي جالسا، وكان يقول في كل ركعة التحية وكان يفرش رجله اليسرىٰ وينصب رجله اليمنىٰ وكان ينهى عن عقبة الشيطان وينهى أن يفرش الرجل ذراعيه افتراش السبع وكان يختم الصلاة بالتسليم. (صحيح لمسلم، باب ما يجمع صفة الصلاة وما يفتتح به، رقم الحديث: ٤٩٨، انيس)

(۲) عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الصلاة مثنىٰ مثنىٰ تشهد في كل ركعتين وتخشع وتضرع وتمسكن وتقنع يديك، يقول: ترفعهما إلىٰ ربك مستقبلا ببطونهما وجهك، وتقول: يارب يارب، ومن لم يفعل ذلك فهو كذا وكذا". (سنن الترمذي، باب ماجاء في التخشع في الصلاة: ١/٨٧، رقم الحديث: ٣٨٥، انيس)

(۳) آثار السنن (باب رفع اليدين عند قنوت الوتر، ص: ١٦٩، ط: إمدادية ملتان)(كتاب رفع اليدين للإمام البخاري، رقم الحديث: ١٦٣، ص: ١٤٦-١٤٧، انيس)

بلفظه في آثار السنن، رقم الحديث: ٦٣٥، ص: ١٦٩: عن الأسود عن عبداللّٰه رضي اللّٰه عنه أنه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر قل هو اللّٰه أحد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة، رواه البخاري في جزء رفع اليدين وإسناده صحيح".

(۴) باب رفع اليدين عند قنوت الوتر، ص: ١٦٩، ط: إمدادية ملتان ==

فضیلت تاخیر وتر آخر شب:

سوال: افضل وقت وتر راچیست وآنکہ عادت گذاردن وتر را در آخر شب دارد اگر او قبل ادایش درخواب بمیرد گناہ ترک واجب بر ولازم آید یانہ؟

الجواب

تأخير الوتر إلٰى آخر الليل أفضل لمن يثق بالانتباه ولم لم يثق أن يوتر قبل أن ينام،هٰكذا فى الهندية،ولايلزمه بشئى من الإثم إن مات قبل الصبح؛لأن الوقت فى حقه باق والمعتبر فى الفوت والقضاء هو آخر الوقت فمن لم يدرك آخره لم يكن فائتا للواجب.

الجواب صحيح: ظفر احمد عفا عنہ،۲/صفر ۱۳۴۷ھ

الجواب صحیح: اشرف علی،۲/صفر ۱۳۴۷ھ۔ (امداد الاحکام:۲/۲۱۲-۲۱۳)

وتر کا وقت اور طریقہ:

سوال: وتر کس طرح اور کب پڑھتے ہیں،اس کی کتنی رکعتیں ہیں اور ان تمام باتوں کے دلائل کیا ہیں؟

الجواب

وتر کا وقت عشا کی نماز کے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے اور فجر سے پہلے کسی بھی وقت پڑھ سکتے ہیں۔(۱) اس کی تین رکعتیں ہیں،دو رکعتوں پر قعدہ کر کے التحیات پڑھیں اور کھڑے ہوجائیں،پھر تیسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت ملائیں،(۲) اس کے بعد کانوں تک ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھیں۔(۳)

== وقال ابن قدامة فى المغنى روى عن عمر أنه كان إذا فرغ من القراءة فى الوتر كبر قلت وقد روى ذلك عن عبد اللّٰه بن مسعود أيضاً،قال الطبرانى فى معجمه الكبير:حدثنا على حدثنا أنو نعيم حدثنا عبد السلام بن حرب عن ليث عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه أن عبد اللّٰه كان يكبر حين يفرغ من القراءة ثم إذا فرغ من القنوت كبر وركع، انتهٰى.قلت: رجال إسناده كلهم ثقات.(حاشية آثار السنن،باب رفع اليدين عند قنوت الوتر،ص:۱٦۹،انيس)

(۱) وفى الدر المختار،كتاب الصلاة: ۵۹/۱،طبع:سعيد:(و)وقت(العشاء والوتر منه إلى الصبح) ولكن(لا) يصح أن(يقدم عليها الوتر).

(۲) وفى التنوير مع شرحه:۹٤/۱،باب الوتر،طبع:سعيد:"وهو ثلاث ركعات بتسليمة ويقرأ فى كل ركعة منه فاتحة الكتاب وسورة،إلخ".

(۳) وفى آثار السنن باب رفع اليدين عند قنوت الوتر،ص:۱٦۹،ط:إمدادية ملتان(عن عبد اللّٰه أنه كان يقرأ فى آخر ركعة من الوتر قل هو اللّٰه أحد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة.(رواه البخارى)(قرة العينين برفع اليدين،رقم الحديث:۹٦/المعجم الكبير للطبرانى:۲۸۳/۹،رقم الحديث:۹٤۲۵،انيس) ==

اور وتر سے پہلے عشاء کی دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، (۱) اور بعد میں دو رکعات نفل ہیں اور جو شخص تہجد میں اٹھنے کا عادی ہو، اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وتر تہجد کے بعد پڑھے، (۲) اور ان تمام باتوں کے دلائل مفصل کتابوں میں موجود ہیں، یہ فتویٰ میں پوچھنے کی بات نہیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۱۵۶-الف) (فتاویٰ عثمانی: ۵۱۶/۱-۵۱۷)

تہجد گزار فرض کے ساتھ وتر ادا کر سکتے ہیں، یا نہیں:

سوال: جو نمازی تہجد گزار ہیں، وہ تہجد کے وقت وتر ادا کرتے ہیں، اگر وتر پہلے ہی نماز عشا کے وقت پڑھ لیں تو اس میں کچھ حرج ہے، یا نہیں؟ اکثر آدمی کہتے ہیں کہ وتر کے بعد صبح تک کوئی نماز نہیں ہوتی؟

== عن الأسود عن عبدالله (هو ابن مسعود) أنه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر قل هو الله أحد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة. (رواه البخاري) (إعلاء السنن، رقم الحديث: ١٦٩٩، ج: ٦/ص: ٨٤، مطبوعة: ديوبند/هكذا في آثار السنن، رقم الحديث: ٦٣٥، ص: ١٦٩، باب رفع اليدين عند قنوت الوتر، انيس)

و في الدر المختار: ٩٤/١، باب الوتر والنوافل (ط: ايچ ايم سعيد): ويكبر قبل ركوع ثالثة رافعاً يديه، كما مر... وقنت فيه.

(١) وفي الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ٩٥/١ (طبع: سعيد): (وسن) مؤكدًا أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة وأربع بعدها بتسليمة ... وركعتان قبل الصبح وبعد الظهر المغرب والعشاء. (الدر المختار: ٩٥/١، انيس)

(٢) والمستحب) ... تأخير إلى آخر الليل لواثق بالانتباه و إلا فقبل النوم. (الدر المختار، كتاب الصلاة: ٣٦٩/١، ط: سعيد)

وفي الشامية تحته: أي يستحب تأخيره، لقوله صلى الله عليه وسلم من خاف أن لا يوتر من آخر الليل فليوتر أوله و من طمع أن يقوم آخره فليوتر آخر الليل فإن صلاة آخر الليل مشهودة، رواه مسلم والترمذي وغيرهما وتمامه في الحلية وفي الصحيحين "اجعلوا آخر صلاتكم وترًا" والأمر للندب بدليل ماقبله، بحر. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة: ٢٤٧/١، انيس)

عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليؤتر أوله. (صحيح لمسلم: رقم الحديث: ١٨٠٢، انيس)

عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليؤتر أوله ومن طمع أن يقوم آخره فليؤتر آخر الليل فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلك أفضل. {رواه مسلم} (إعلاء السنن، رقم الحديث: ١٦٤٣، ج: ٦/ص: ١٦، مكتبة أشرفية ديوبند/كذا في المصنف لأبي بكر بن أبي شيبة: ٤٦٥/٤، رقم الحديث: ٦٧٧١/بلفظه في آثار السنن، رقم الحديث: ٥٨٢، ص: ١٥٦، انيس)

عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: من خشي منكم أن لا يستيقظ من آخر الليل فليوتر من أوله ومن طمع منكم أن يقوم من آخر الليل فليوتر في آخر الليل فإن قراءة القرآن في آخر الليل محضورة وهي أفضل". (جامع الترمذي: ١٠٣/١، باب ماجاء في كراهية النوم قبل الوتر، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ جولوگ تہجد گزار ہیں، وہ بھی وتر کو بعد عشا پڑھ لیویں؛ بلکہ یہ احوط ہے، پھر اگر اٹھیں تو تہجد پڑھ لیں، یہ بات غلط ہے کہ وتر کے بعد پھر نفلیں نہ پڑھی جاویں۔(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند)

تراویح سے پہلے وتر پڑھنے کا حکم:

سوال: جماعت سے کچھ رکعت تراویح کی ادا کیں اور کچھ باقی رہ گئیں کہ امام نے وتر پڑھائے تو امام کے ساتھ وتروں میں شامل ہو جانا چاہیے، یا پہلے تراویح پوری کرنی چاہیے، بعد میں وتر پڑھنے چاہئیں۔

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

وتر میں شامل ہو جائے، بقیہ رکعات تراویح کی بعد میں پڑھ لے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۸۸/۳)

تراویح سے پہلے وتر:

سوال: نماز عشا کے بعد دوسنت کے ساتھ ہی تین رکعت وتر پڑھ سکتے ہیں، یا تراویح کے بعد امام کے ساتھ ہی وتر پڑھنا ضروری ہے؟ (بی عبدالعزیز منتظر، مشیر آباد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

تراویح سے پہلے ہی وتر پڑھ لی جائے، تب بھی تراویح اور وتر کی نمازیں ادا ہو جائیں گی۔

”والصحيح أن وقتها ما بعد العشاء إلٰى طلوع الفجر قبل الوتر وبعده“.(۳)

لیکن بہتر ہے کہ وتر کی نماز تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

”والصحيح أن الجماعة فيها أفضل“.(۴)(کتاب الفتاویٰ: ۳۳۳/۲-۳۳۴)

---

(۱) وتأخير الوتر إلٰى آخر الليل لواثق بالانتباه وإلا فقبل النوم فإن أفاق وصلّٰى نوافل والحال أنه صلى الوتر أول الليل فإنه الأفضل، إلخ.(الدرالمختار: ٦١/١، ط:سعيد، انيس)

أى إذا أوتر قبل النوم ثم استيقظ يصلى ما كتب له ولا كراهة فيه بل هو مندوب ولا يعيد الوتر، إلخ.(رد المحتار، كتاب الصلاة: ٢٤٧/١، ظفير)

(۲) ووقتها بعد صلاة العشاء إلى الفجر قبل الوتر و بعده فى الأصح فلوفاته بعضها وقام الإمام إلى الوتر أوتر معه ثم صلّٰى مافاته، إلخ.(التنوير و شرحه، باب الوتر والنوافل: ٩٨/١)

(۳) الفتاوىٰ الهندية، فصل فى التراويح: ١١٥/١، البحر الرائق: ١١٩/٢، الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ٤٣/٢، انيس

(۴) البحر الرائق: ١٢٢/٢، قبيل باب إدراك الجماعة، انيس

نماز تراویح سے قبل وتر پڑھ سکتا ہے:

سوال: تراویح سے پہلے وتر پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

وتر تراویح کے بعد پڑھنا افضل ہے؛لیکن اگر پہلے پڑھ لے،تب بھی درست ہے۔(۱) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۱۹۶/۴)

رمضان میں وتروں کا تہجد کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، یا جماعت کے ساتھ تراویح کے بعد:

سوال: جو شخص نماز تہجد میں وتر ہمیشہ پڑھتا تھا، وہ رمضان شریف میں وتروں کو بجماعت ادا کرے، یا بوقت تہجد ادا کیا کرے؟

الجواب

جماعت کے ساتھ بہتر ہے کہ جماعت کی رعایت اولویت وقت کی رعایت سے مقدم ہے ونیز اعراض عن الجماعت کی صورت سے تحرز ضروری ہے۔

۲۲/رمضان ۱۳۲۹ھ (تتمہ اول،ص:۳۸) (امداد الفتاویٰ جدید:۴۵۳/۱-۴۵۴) ☆

---

(۱) ثم یوتربهم ... والأصح أن وقتها بعد العشاء إلى آخر الليل قبل الوتروبعده ... إلخ.(الجوهرة النيرة: ۱۲۰/۱،ط:حقانية ملتان/الدرالمختارمع ردالمحتار: ۴۴/۲،باب الوتروالنوافل،مبحث صلاة التراويح)

(قوله:ويوتر بجماعة في رمضان فقط)أي على وجه الاستحباب وعليه إجماع المسلمين.(البحر الرائق،قبيل باب إدراك الجماعة: ۷۵/۲،دارالكتاب الإسلامي بيروت،انيس)

☆ سوال: ایک امر دریافت طلب ہے کہ بعد نماز عشا بیس رکعت تراویح پڑھنے کے بعد وتر پڑھ لیے جاویں اور پھر سحر کے وقت تہجد پڑھا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

ہاں یہی افضل ہے۔(یعنی افضل یہی ہے کہ تراویح کے بعد وتر پڑھ لیے جائیں اور سحر کے وقت صرف تہجد پڑھا جائے۔سعید)

۲۸/شعبان ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ،ص:۹۰) (امداد الفتاویٰ جدید:۴۵۴/۱)

سوال: ایک شخص تہجد کے وقت وتر کو ادا کرتا ہے اور رمضان شریف میں وتر کی جماعت ہوتی ہے، سو وہ جماعت کو ترک کر کے پچھلے کے وقت اس کے لیے وتر کا ادا کرنا افضل ہے، یا اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور جماعت کا ثواب ترک نہ کرنا چاہیے؟

الجواب

ہاں ایسا ہی چاہیے؛یعنی جماعت ترک نہ کرے، اگرچہ تنہا بھی جائز ہے۔

في الدرالمختار:وفيه أي رمضان يصلي الوتروقيامه بها وهل الأفضل في الوترالجماعة أم المنزل؟تصحيحان. ==

رمضان میں وتر با جماعت افضل ہے، یا بغیر جماعت بعد تہجد:

سوال: تہجد گزار کے لیے غیر رمضان میں افضل ہے کہ وتر بعد تہجد کے پڑھے، بشرطیکہ جاگنے پر اعتماد ہو؛ مگر رمضان میں وتر با جماعت افضل ہے، یا بعد تہجد، جواب مع نقل عبارات وحوالہ کتب معتبرہ ارقام فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ من بعض العلماء

تہجد گزار کو رمضان میں بھی افضل ہے کہ وتر تہجد کے بعد پڑھے، جب کہ جاگنے پر اعتماد ہو، وتر اخیر شب میں پڑھنے کے متعلق حدیث میں فضیلت آئی ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: أیکم خاف أن لا یقوم من آخر اللیل فلیؤتر ثم لیرقد ومن وثق بقیام من آخر اللیل فلیوتر من آخرہ فإن قرأۃ آخر اللیل محضورۃ وذٰلک أفضل. (رواہ أحمد ومسلم والترمذی و ابن ماجۃ)(۱)

یہ حکم عام ہے رمضان اور غیر رمضان دونوں کو شامل ہے اور یہ عمومیت درج ذیل اقوال سے مستفاد ہے۔

فلعل من تأخرہ عن الجماعۃ فیہ وأحب أن یصلی آخر اللیل فإنہ أفضل کما قال عمر: والتی ینامون عنہا أفضل وعلم من قولہ علیہ السلام: اجعلوا آخر صلاتکم باللیل وترًا فأخرہ لذلک

== فی ردالمحتار: رجح الکمال الجماعۃ إلیٰ قولہ وفی شرح المنیۃ والصحیح أن الجماعۃ فیہا أفضل إلا أن سنیتہا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح. (۷۴۲/۱، قبیل أدراک الفریضۃ. (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، بحث التراویح: ۵۰۱/۲-۵۰۲)

۶ رشوال ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۹۵) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۴/۱)

وتر بعد تہجد، یا بعد تراویح:

سوال: اگر تہجد پڑھا جاوے گا تو وتروں کا بعد تراویح پڑھنا اچھا ہے، یا بعد تہجد؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

بعد تراویح؛ کیوں کہ جماعت کی افضلیت زیادہ مہتم بالشان ہے، وقت کی فضیلت سے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۵/۱)

(۱) بلفظہ. رواہ مسلم فی الصحیح، باب من خاف أن لا یقوم من آخر اللیل، رقم الحدیث: ۷۵۶، وبلفظ آخر فی المسند للإمام أحمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱٤٦٢٤، انیس

وعن جابر رضی اللّٰہ عنہ قال: قال رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من خاف أن لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر أولہ ومن طمع أن یقوم آخرہ فلیوتر آخر اللیل فإن صلاۃ آخر اللیل مشہودۃ وذلک أفضل. (الصحیح لمسلم، باب من خاف أن لا یقوم من آخر اللیل، رقم الحدیث: ۷۵۵، ص: ۱۵٦/٦ (سنن الترمذی، باب ما جاء فی کراہیۃ النوم قبل الوتر: ۱۰۳/۱، سنن ابن ماجۃ، باب ماجاء فی الوتر آخر اللیل، رقم الحدیث: ۱۱۸۷ انیس)

فلايدل ذلك على أن الأفضل فيه ترك الجماعة لمن أحب أن يوتر اول الليل كما يعطيه اطلاق جواب هؤلاء،انتهى.(الكبيرى شرح منية المصلى:١/٤٠١)(١)

وأيضا جاء فى شرح المنية أنه بناء على استحباب تاخيره مطلقًا لمن يأمن فواته واستحباب جعله آخر صلوٰة الليل،إلخ.(ص:٣٨٥/ج:١)

وأن من تأخر عن الجماعة فيه واجب أن يصلى آخر الليل فإنه أفضل كما قال:والتى ينامون عنها أفضل وعلم من قوله عليه السلام: اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً. (٢)فأخره لذلك والجماعة إذ ذاك متعذرة فلايدل ذلك على أن الأفضل فيه ترك الجماعة لمن أحب أن يوتر أول الليل كما يفهم من اطلاق اختيارهم.(شرح مختصر الوقاية للعلامة القارى:١/١٩٦)

البتہ جو شخص وتر اول شب میں پڑھنا چاہے،اس کے لیے رمضان المبارک میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے،اگر تہجد گذار رمضان میں وتر بعد تہجد کے پڑھنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ اپنے مقام پر چلا جاوے،وتر کی جماعت کے پیچھے الگ بیٹھے رہنا مذموم ہے،بوجہ مشابہ ہونے اعراض عن الجماعۃ کے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ سید الرحیم،۲۳/رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ

الجواب ـــــــــــ من جامع إمداد الأحكام

جواب مذکور ایک روایت کے موافق صحیح ہے؛مگر دوسری روایت یہ ہے کہ رمضان میں وتر جماعت سے مسجد میں پڑھنا افضل ہے،تنہا گھر میں پڑھنا افضل نہیں،خواہ اول لیل میں پڑھے،یا آخر لیل میں۔

قال الشامى:رجح الكمال الجماعة بأنه صلى الله عليه وسلم كان أوتربهم ثم بين العذرفى تأخسره مثل ما صنع فى التراويح فالوتر كالتراويح فكما أن الجماعة فيها سنته فكذلك الوتر، بحر وفى شرح المنية والصحيح أن الجماعة فيها أفضل إلاأن سنيتها ليست كسنية جماعة التراويح،آه،،قال الخير الرملى:وهذاالذى عليه عمل عامة الناس اليوم،آه،وقواه المحشى أيضًا

(١-٢) الكبيرى شرح المنية:١/٤٢١،سهيل پاكستان،انيس

(عن عبدالله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:اجعلوا آخر صلا تكم بالليل وتراً.(صحيح البخارى، باب الوتر،رقم الحديث:١٠٠٦/كذا فى المسلم،رقم الحديث:١٧٩١/وكذا فى أبى داؤد،رقم الحديث: ١٤٤٠/ وفى المصنف لابن أبى شيبة :عن نافع عن ابن عمر قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً".رقم الحديث:٦٧٦٥،ج:٤/٤٦٣،انيس)

عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال:اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً".(رواه الشيخان)(آثار السنن،باب مااستدل به على وجوب صلاة الوتر،رقم الحديث:٥٧٩،ص:١٥٥/صحيح البخارى،باب ليجعل آخر صلاته الوتر:١/١٣٦،انيس)

بأنه مقتضى مامر أن كل ماشرع بجماعة فالمسجد أفضل فيه،آه.(۷٤۲/۱)(۱)والله أعلم

اور دلیل سے بظاہر یہی دوسری روایت قوی ہے، اور اسی پر امت کا عمل ہے۔ فقط

حررہ الاحقر ظفر احمد عفا عنہ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ، ۱۲/ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲/۲۱۱-۲۱۲)

مسجد میں دو جگہ تراویح ہونے کی بناء پر وتر کی دو جماعتوں کا حکم:

سوال: مسجد میں دو جگہ تراویح، اندر اور چھت پر ہوتی ہیں، سب نمازی اندر والے امام کی اقتدا میں فرض پڑھتے ہیں، البتہ وتر کی جماعتیں اندر اور چھت پر علاحدہ علاحدہ ہوتی ہیں؛ کیوں کہ تراویح کی دونوں جماعتیں الگ الگ وقت پر ختم ہوتی ہیں، کیا اس طرح وتر کی دو جماعتیں کرانا جائز ہے؟

الجواب

صورت مسئولہ میں الگ الگ وتر کی جماعتیں جائز ہیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۹/۱۰/۱۳۴۰ھ (فتوی نمبر: ۳۲/۱۶۴۷، ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۵۲۰)

رمضان میں وتر بغیر جماعت کے ادا کرنا:

سوال: اگر ہم جلدی میں ہوں تو کیا تراویح پڑھنے کے بعد وتر بغیر جماعت کے پڑھے جاسکتے ہیں؟ اس سے بقیہ نماز پر تو کچھ اثر وغیرہ نہیں پڑے گا، یا وتر باجماعت پڑھنا لازم ہے؟

الجواب

رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے، تنہا پڑھ لینا جائز ہے۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۱۹۶)

تہجد پڑھنے والا رمضان میں وتر کی نماز کب پڑھے:

سوال: زید ایک مسجد کے مستقل امام ہیں، حسب معمول وہ رمضان شریف میں بھی سورۂ تراویح پڑھایا کرتے ہیں؛ لیکن تراویح ختم ہونے کے بعد وتر کی نماز جماعت سے نہیں پڑھاتے ہیں؛ بلکہ وتر کی نماز میں جماعت سے الگ ہوکر اپنی امامت کی جگہ مقتدی میں سے عمر، یا بکر کو وتر واجب پڑھانے کے لیے امام مقرر کردیا کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ نہ جماعت سے پڑھتے ہیں اور نہ ہی پڑھاتے ہیں، دریافت کرنے سے پتہ چلا کہ زید کا کہنا ہے کہ تہجد

---

(۱) رد المحتار،باب الوتر والنوافل: ۲/۱ ۵۰-۵۰۲،دار الكتب العلمية بيروت،انيس

(۲) وأما في رمضان فهي بجماعة أفضل من أدائها في منزله ... إلخ.(الجوهرة النيرة: ۱/۱۲۰/وأيضا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۲/٤۹/وأيضا في الإختيار لتعليل المختار: ۱/٦۹)

گذار شخص ہوں، اس لئے تہجد سے قبل وتر کی نماز نہیں پڑھ سکتا ہوں، بلکہ تہجد کے بعد وتر واجب پڑھوں گا تو کیا رمضان شریف کے اندر بھی جب کہ وتر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا حکم ہے، وتر واجب تہجد کے بعد ادا کیا جائے گا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

رمضان المبارک میں افضل یہی ہے کہ وتر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر لی جائے اور خدا توفیق دے تو تہجد بعد میں پڑھا جائے؛ لیکن اگر کوئی آدمی جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے؛ بلکہ تہجد کے بعد پڑھے تو نماز ادا ہو جائے گی اور اس میں کوئی خرابی نہیں ہوگی۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد صدر عالم، ۴/۹/۷ ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۴۳۶/۲-۴۳۷)

غیر رمضان میں باجماعت وتر پڑھنے اور ماہ رمضان میں چند شرطوں کے ساتھ مخصوص ہونے کا حکم:

سوال: نماز وتر بجماعت و جہر در ہر رکعت مخصوص و در رمضان است، یا نہ؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

جماعت وتر بتداعی مخصوص بر مضان است وخارج آں مکروہ اگر تداعی نباشد احیانا خارج رمضان ہم مکروہ نیست وزیادہ از سہ مقتدی داخل تداعی است اگر جماعت کند جہر برامام واجب است ومنفرد مخیّر است، خواہ رمضان باشد، یا غیر رمضان۔(۱)

۱۶/ رمضان ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۷۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۵/۱)

ماہ رمضان میں نماز وتر میں جہر وعدم جہر کا جائز ہونا:

سوال: وتر جب اکیلا رمضان شریف میں پڑھتا ہو، قرأت جہر سے پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــ

دونوں جائز ہیں یعنی جہر (زور) سے بھی اور اخفا (آہستہ) بھی؛ کیوں کہ وتر رمضان میں جہریات میں سے ہے اور جہریات میں منفرد جہر وعدم جہر میں مخیّر ہوتا ہے۔

---

(۱) الوتر في رمضان بالجماعة أفضل من أدائها في منزله وهو الصحيح، هٰكذا في السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، فصل في التراويح: ۱۱٦/۱)

(۲) ترجمۂ سوال: وتر باجماعت جہری قرأت سے رمضان کے ساتھ خاص ہے، یا نہیں؟

ترجمۂ جواب: تداعی کے ساتھ وتر کی جماعت رمضان کے ساتھ مخصوص ہے، رمضان کے علاوہ دنوں میں مکروہ ہے، البتہ رمضان کے علاوہ دنوں میں بلا تداعی کبھی کبھار باجماعت پڑھ لی جاوے تو یہ بھی مکروہ نہیں ہے اور تین سے زیادہ مقتدی تداعی کی حد میں داخل ہے، اگر جماعت کرے......خواہ رمضان میں یا غیر رمضان میں۔ تو امام پر جہراً قرأت کرنا واجب ہے اور منفرد کو اختیار ہے کہ چاہے جہراً قرأت کرے، یا سراً کرے۔ (سعید)

دلیل المقدمة الأولٰی ما فی ردالمحتار:

أن الجهر یجب علی الإمام فیما یجهر فیه وهو صلاة الصبح والأولیان من المغرب والعشاء و صلاة العیدین والجمعة والتراویح والوتر فی رمضان،إلخ.(۴۸۸/۱)(۱)

ودلیل المقدمة الثانیة ما فی الهندیة:وإن کان منفردًا إن کانت صلوة یخافت فیها یخافت حتمًا هو الصحیح وإن کانت صلوٰة یجهر فیها فهو بالخیار والجهر أفضل.(۷۰/۱)

قلت:هٰذا هو المشهور وإن اختلف بعضهم فی التقیید بقوله فی رمضان،کما فی رد المحتار؛ لٰکن یرد علیه أنه یقتضی أنه لو صلی الوتر جماعة فی غیر رمضان؛لایجهر به وإن لم یکن علٰی سبیل التداعی ویحتاج إلٰی نقل صریح وإطلاق الزیلعی یخالفه وکذا مایأتی من أن المتنفل باللیل لو أم جهر،فتأمل.(۵۵۶/۱)(۲)

لکنه لایضر الحکم بجهر المنفرد فی رمضان وإنما یفید عدم تخصیص هٰذا الحکم برمضان. والله أعلم

۶/رمضان ۱۳۳۷ھ (تتمہ خامسہ،ص:۹۴)(امداد الفتاویٰ جدید:۴۵۴/۱-۴۵۵)

تراویح کی جماعت چھوڑنے والوں کے لیے وتر میں تنہا ہونے کا حکم:

سوال: رمضان شریف میں اگر عشا کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور تراویح کو بالکل تمام آدمیوں نے ترک کر دیا تو اس صورت میں وتر با جماعت جائز ہیں،یا نہ؟

الجواب

فی الدرالمختار: بقی لو ترکها(أی جماعة التراویح) الکل هل یصلون الوتر بجماعة؟ فلیراجع.

فی ردالمحتار تحت(قوله بقی)الذی یظهر أن جماعة الوتر تبع لجماعة التراویح وإن کان الوتر نفسه أصلاً فی ذاته؛لأن سنة الجماعة وفی الوتر إنما عرفت بالأثر تابعة للتراویح علٰی أنهم اختلفوا فی أفضلیة صلاتها بالجماعة بعد التراویح کمایأتی،آه.(۴۷۱/۱)(۳)

اس سے معلوم ہوا کہ قواعد سے اسی کو ترجیح ہے کہ اس صورت میں یہ جماعت وتر بھی فرادیٰ فرادیٰ پڑھیں۔(۴)

یکم محرم ۱۳۳۴ھ (تتمہ رابعہ:۵)(امداد الفتاویٰ جدید:۴۵۶/۱)

(۱) ردالمحتار،واجبات الصلاة: ۱۶۳/۲،تحت قول الدرالمختار:والجهر للإمام،دار الکتب العلمیة بیروت،انیس

(۲) رد المحتار،باب فی صفة الصلاة: ۲۵۰/۲،انیس

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار،باب الوتر والنوافل بحث التراویح : ۵۰۰/۲،دار الکتب العلمیة،بیروت،انیس

(۴) یعنی لوگوں کا یہ گروہ وتر بھی علحدہ علحدہ پڑھے۔سعید

جس کو فرض کی نماز نہ ملے، وہ وتر کیسے پڑھے:

سوال: جس شخص کو نماز جماعت فرضوں کی نہ ملے، وہ نماز وتر جماعت سے پڑھے، یا علاحدہ؟ زید کہتا ہے کہ وتر جماعت سے نہ پڑھے، صحیح کس طرح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

وتر جماعت سے پڑھ لے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۲۸)

عشا کی جماعت میں شریک نہ ہوسکا تو بھی وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے عشا کے فرض علاحدہ پڑھے، تراویح سب، یا اکثر امام کے ساتھ ادا کی، یا بالکل نہ پڑھی، ہر سہ صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

اشتہار مدرسہ دیوبند ۱۳۴۲ھ میں ہے:

''جس کو عشا کے فرض یا جماعت نہیں ملے، وہ وتر کو امام کے ساتھ با جماعت پڑھ سکتا ہے''۔

اور علامہ شامیؒ رد المحتار میں فرماتے ہیں:

''إذا لم يصل الفرض معه لايتبعه فی الوتر''. (۱)

دونوں تحریروں میں تطبیق کیوں کر ہوگی؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہر سہ صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، تراویح امام کے ساتھ کل، یا بعض نہ پڑھنے کی صورت میں جماعت وتر میں شریک ہونے کا جواز تو درمختار کی عبارت میں مذکور ہے:

''ولو لم يصلها أی التراويح بالإمام أو صلاها مع غيره له أن يصلی الوتر معه''إلخ. (۲)

اور فرض عشا جماعت سے نہ پڑھنے کی صورت میں وتر کی جماعت میں شریک ہونے کا جواز تعلیل علامہ طحطاویؒ سے معلوم ہوتا ہے:

حيث قال فی شرح قول صاحب الدر المختار: ''بقی لو تركها أی الكل،هل يصلون الوتر بجماعة،فليراجع''.

---

(۱) رد المحتار،مبحث التراويح:۲/ ۵۰۰،دار الكتب العلمية،انيس

(۲) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار،مبحث التراويح:۱/ ۶۶۳،ظفير

(قوله فليراجع): قضية التعليل فى المسئلة السابقة بقولهم؛لأنها تبع أن يصلى الوتر بجماعة فى هٰذه الصورة؛لأنه ليس بتبع للتراويح ولا للعشاء عند الإمام،انتهٰى.(الحلبى،الطحطاوى)(۱)

پس معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامیؒ نے جوفرع قہستانیؒ سے نقل کی ہے:"ثم قال:لكنه إذا لم يصل الفرض معه لايتبعه في الوتر" (۲) یہ ضعیف ہے،صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ وتر مستقل نماز ہے،نہ عشا کے تابع ہے اور نہ تراویح کے۔علامہ شامیؒ کی رائے فليراجع کے جواب میں بھی یہی ہے کہ اس صورت میں بھی وتر جماعت کے ساتھ جائز نہ ہونا چاہیے اور علامہ طحطاویؒ کی رائے صاف حسب قواعد یہ ہے کہ اس صورت میں وتر جماعت جائز ہے اور شامی کی آخری عبارت" لا كراهة " سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مراد قہستانیؒ کی "لايتبعه في الوتر" سے کراہت ہے،اصل جواز میں اختلاف نہیں ہے اور ظاہر تعلیل منقول عن العلامۃ الطحطاوی سے یہ ہے کہ کراہت بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ عشا اور وتر ہر ایک نماز مستقل ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۴/۴-۱۵۵)

جوشخص جماعت سے عشا نہ پڑھے،کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے:

سوال: جس شخص نے فرض عشا جماعت سے نہیں پڑھی،وہ وتروں میں امام کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے،یا نہیں؟

روایات فقہیہ اس مسئلہ میں متعارض ہیں،بعض میں تو عدم جواز مصرح ہے:

"وإن وجد هم فى الوتروهولم يصل العشاء فصلى الوتر معهم لايجوزوتره فى قولهم". (فتاویٰ قاضى خان،ص:۱۱۳)

"لكنه إذا لم يصل الفرض معه لايتبعه فى الوتر،كما فى المنية".(جامع الرموز،ص:۹۷)

لٰكن فى التتارخانية من التتمة:أنه سئل علٰى بن أحمد عمن صلى الفرض والتراويح وحده أوالتراويح فقط هل يصلى الوترمع الإمام؟ فقال:لا،ثم رأيت القهستانى ذكرتصحيح ماذكره المصنف،ثم قال:لكنه إذا لم يصل الفرض معه لايتبعه فى الوتر.(۳)

اور بعض روایات میں جواز محرر ہے:

"وإذا لم يصل الفرض مع الإمام قيل:لايتبعه فى التراويح ولا فى الوتروكذا إذا لم يصل معه التراويح لايتبعه فى الوتروالصحيح أنه يجوزأن يتبعه فى ذلك كله". (الصغيرى شرح منية المصلى،ص:۲۱۰)

(۱) حاشية الطحطاوى على الدرالمختار،باب الوتروالنوافل، مبحث التراويح:۲۹۷/۱،ظفير
(۲) رد المحتار،مبحث التراويح:۵۰۰/۲،ظفير
(۳) رد المحتار:۴۹۹/۲-۵۰۰،دارالفكربيروت لبنان،انيس

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عندالاحناف مرجح کون سی روایت ہے اور علت ترجیح کیا ہے؟ اور اگر ان روایات میں تطبیق ہوسکتی ہے، تو کس طور پر؟ اور برائے تحصیل ثواب جماعت تو روایت جواز کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور جماعت وتر تابع جماعت تراویح ہے، یا تابع جماعت عشا؟

بنابر شق اول ترک جماعت عشا سے وتروں کا امام کے ساتھ ادا نہ کرنا ظاہراً کوئی وجہ وجیہ نہیں رکھتا اور بنابر شق ثانی خصوصیت رمضان لغو، غیر رمضان میں بھی وتر جماعت سے ادا کرنی چاہیے؟

الجواب

صحیح وراجح روایت صغیریؔ معلوم ہوتی ہے۔ طحطاویؔ کی تحقیق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

(قوله: بقي، إلخ): قضية التعليل في المسئلة السابقة بقولهم؛ لأنها تبع أن يصلي الوتر بجماعة في هذه الصورة؛ لأنه ليس بتبع للتراويح ولا للعشاء عند الإمام رحمه الله. (الطحطاوی)(۱)

اور شاید کہ روایت عدم جواز مبنی صاحبین رحمہما اللہ کے مذہب پر ہو کہ وہ وتر کو عشا کے تابع فرماتے ہیں، بخلاف قول امام اعظمؒ کے کہ ان کے نزدیک وتر تابع عشا کے نہیں ہیں، پس امام صاحب کے قول پر جواز ظاہر ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۶/۴، ۱۶۷) ☆

بعد نماز فرض آنے والے جماعت وتر میں شریک ہوسکتے ہیں:

سوال: دو سہ مرد بعد اداء نماز فرض کہ امام بجماعت تراویح مشغول است دراں مسجد حاضر شدند آں اشخاص نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا علاحدہ علاحدہ خواندہ شامل بجماعت شوند و بازش نماز وتر را با جماعت خوانند، یا تنہا؟(۲)

(۱) حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل، مبحث التراويح: ۲۹۷/۱، ظفير

☆ **فرض جماعت سے نہ پڑھے، تو کیا وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے:**

سوال: رمضان میں زید نے عشا کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو وتر جماعت سے پڑھے، یا تنہا؟

الجواب

جماعت وتر میں شریک ہوسکتا ہے۔ (كذا صرح به في الطحطاوي)

اور علامہ شامیؔ نے بیشک عدم جواز نقل کیا ہے، لیکن طحطاوی کی عبارت میں جواز کی تصریح ہے۔ (بقي، إلخ، قضية التعليل في المسئلة السابقة بقولهم؛ لأنها تبع أن يصلي الوتر بجماعة في هذه الصورة؛ لأنه ليس بتبع للتراويح ولا للعشاء عند الإمام. (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل، مبحث التراويح: ۲۹۷/۱، ظفير)

اور قاعدہ بھی مقتضی جواز کو ہے؛ اس لیے ہمارے اکابر اساتذہؒ وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے قائل ہیں؛ کیوں کہ وجہ عدم جواز کی کچھ نہیں ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۲/۴)

(۲) ترجمہ سوال: فرض نماز کی ادائیگی کے امام تراویح کی جماعت میں مشغول ہے اس وقت دو تین آدمی اس مسجد میں حاضر ہوں تو وہ لوگ فرض نماز جماعت سے ادا کریں، یا تنہا تنہا ادا کر کے جماعت تراویح میں شامل ہوں اور پھر نماز وتر کو جماعت سے پڑھیں، یا تنہا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

تکرار جماعت در مسجد محلّہ مکروہ است، پس آں کساں کہ بعد جماعت فرائض آمدند نماز فرض علاحدہ خواندہ، (۲) شامل جماعت تراویح شوند ووتر بجماعت ادانمایند۔ (۳) الغرض شریک شدن اوشاں رابجماعت وتر جائز است، کما صرح بہ فی الطحطاوی۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۸۲/۴-۲۸۳)

فرض نماز تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے، یانہیں:

سوال: میں نے فرض نماز عشا کی جماعت سے نہ پڑھی اور تراویح جماعت سے پڑھی تو وتر کی نماز باجماعت پڑھ سکتا ہوں، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

جب آپ نے تراویح جماعت سے پڑھی تو آپ کا جماعت سے وتر پڑھنا بھی درست ہوا۔ (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالصمد رحمانی (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۹۸/۲)

---

(۱) ترجمہ جواب: محلّہ کی مسجد میں تکرار جماعت مکروہ ہے، لہٰذا وہ لوگ جو فرض نماز کی ادائیگی کے بعد آئیں فرض نماز تنہا پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شامل ہوجائیں اور وتر جماعت سے پڑھیں۔ الغرض ان کا وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے۔

(۲) وروی عن أنس رضی اللّٰہ عنہ. أن أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانوا إذا فاتتھم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادیٰ. (رد المحتار، باب الأذان، مطلب فی کراھة تکرار الجماعة فی المسجد: ۳٦٧/١، ظفیر)

عن أنس رضی اللّٰہ عنہ أن رجلاً جاء وصلی النبی –صلی اللّٰہ علیہ وسلم– فقام یصلی وحدہ، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من یتجر علیٰ ھٰذا فیصلی معہ. أخرجہ الدارقطنی وإسنادہ صحیح". (آثار السنن، باب ماجاء فی جواز تکرار الجماعة فی مسجد، رقم الحدیث: ٥٢٨، ص: ١٣٨، انیس)

(۳) وکان رجل قد صلی الفرض وحدہ فلہ أن یصلیھا مع ذلک الإمام؛ لأن جماعتھم مشروعة فلہ الدخول فیھا معھم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث التراویح: ٤٩٩/٢، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۴) قولہ فلیراجع الخ: قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة بقولھم لأنھا تبع أن یصلی الوتر بجماعة فی ھٰذہ الصورة ؛ لأنہ لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الإمام رحمہ اللّٰہ تعالیٰ انتھیٰ، حلبی. (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، مبحث التراویح: ٢٩٧/١، ظفیر)

(۵) "صلی العشاء وحدہ فلہ أن یصلی التراویح مع الإمام ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح بجماعة وإذا صلّی معہ شیئًا من التراویح أولم یدرک شیئًا منھا أوصلاھا مع غیرہ لہ أن یصلّی الوتر معہ، ھو الصحیح کذافی القنیة". (الفتاویٰ الھندیة، فصل فی التراویح: ١١٧/١)/ وکذا فی دررالحکام شرح غرر الحکام، قبیل باب إدراک الفریضة: ١٢٠/١، دارإحیاء الکتب العربیة/ البحر الرائق، قبیل باب إدراک الفریضة: ٧٥/٢، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

عشا کی نماز بغیر جماعت کے اور وتر جماعت سے پڑھنا:

سوال: ایام رمضان میں عشا کی نماز کے وقت اگر کوئی فرض میں امام کے ساتھ شامل نہ ہوسکا تو اس کو وتر واجب امام کے ساتھ پڑھنے ہونگے یا الگ؟

(المستفتی: ۷۰۲، شاہ محمد (ڈونگر پور) ۱۱رشوال ۱۳۵۴ھ، مطابق ۷رجنوری ۱۹۳۶ء)

الجواب

اگر تراویح کی نماز جماعت سے پڑھے تو وتر کی جماعت میں شرکت جائز ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳۸۸/۳)

جس نے عشا کی نماز تنہا ادا کی ہو، وتر جماعت سے ادا کرے، یا تنہا:

سوال: کل بعد عشاء وتراویح مسئلہ بیان کیا گیا کہ جس شخص نے فرض نماز عشا جماعت سے نہ پڑھی ہو، (یعنی منفرداً پڑھی ہو) وہ وتر بھی منفرداً پڑھے اور جماعت کی شرکت سلام سے پہلے امام سے مشارکت ہوجانے سے ثابت ہوجاوے گی، اس کے بعد بعض لوگوں نے بیان کیا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ اگرچہ جماعت سے فرض عشا نہ پڑھے ہوں، تب بھی جماعت وتر میں شامل ہو اور وتر جماعت سے ادا کرے، اس کے بعد بہشتی زیور دیکھا گیا تو اس میں اس کے حصہ بہشتی گوہر میں مسئلہ بہ عبارت ذیل درج ہے:

تراویح کا بیان؛ مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہوچکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشا کی نماز پڑھے پھر تراویح میں شریک ہو، اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہوجاویں تو ان کے بعد وتر پڑھنے کے پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے۔ {شامی: ۴۷۳/۱} (مکمل ومدلل بہشتی گوہر، ص: ۱۴۰)

اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ منفرداً فرض عشا پڑھنے پر بھی وتر جماعت سے پڑھے، بہشتی زیور میں حوالۂ مذکور شامی مطبوعہ سندھ ۱۳۹۲ھ سے ہے؛ مگر یہاں وہ شامی نہیں؛ بلکہ مطبوعہ مصر ہے، اس میں جب (مبحث صلوٰۃ التراویح) ص ۵۲۳، ۵۲۴ میں دیکھا گیا تو مندرجہ ذیل عبارت ملی:

(ولو ترکوا الجماعة فی الفرض لم يصلوا التراويح جماعة) لأنها تبع فمصليه وحده يصليها معه. (الدر المختار)

---

(۱) بقی لو ترکها الکل هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع، فقضية التعليل فی المسئلة السابقة بقولهم؛ لأنها تبع أن يصلی الوتر بجماعة فی هذه الصورة؛ لأنه ليس بتبع للتراويح ولا للعشاء عند الإمام. (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل، بحث فی التراويح: ۱/ ۲۹۷، بيروت لبنان)

(قوله:لأنها تبع)أی لأن جماعتها تبع لجماعة الفرض فإنها لم تقم إلابجماعة الفرض قلواقيمت بجماعة وحدها كانت مخالفة للوارد فيها فلم تكن مشروعة أما لوصلّيت بجماعة الفرض وكان رجل قد صلى الفرض وحده فله أن يصليها مع ذلك الإمام لأن جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم لعدم المحذورهٰذا ماظهرلى فى وجهه وبه ظهرأن التعليل المذكورلايشمل المصلى وحده فظهرصحة التفريع بقوله فمصليه وحده إلخ فافهم.(رد المحتار: ۵۲۳/۱،مصری)(۱)

عبارتِ محررہ سے واضح ہوا کہ اگر فرض باجماعت نہ پڑھے ہوں، تب بھی تراویح کی جماعت میں شرکت کرے، جیسا کہ خط کشیدہ عبارت اس کو واضح کر رہی ہے۔

اب آگے یہ عبارت ہے:

(ولو لم يصلها)أی التراويح(بالإمام)أوصلاهامع غيره(له أن يصلى الوتر معه).(الدرالمختار)(۲)

(وقوله:لولم يصلها،إلخ)ذكرهٰذا الفرع والذى قبله فى البحرعن القنية وكذا فى متن الدرر لٰكن فى التتارخانية عن التتمة أنه سئل على بن أحمد عمن صلى الفرض والتراويح وحده أو التراويح فقط هل يصلى الوترمع الإمام فقال:لا،آه،ثم رأيت القهستانى ذكرتصحيح ماذكره المصنف،ثم قال:لكنه إذا لم يصلى الفرض معه لايتبعه فى الوتر،آه،فقوله:ولولم يصلها أى وقد صلى الفرض معه لكن ينبغى أن يكون قول القهستانى معه احترازًا عن صلاتها منفردًاأما لو صلاها جماعة مع غيره ثم صلى الوترمعه لا كراهة، تأمل.(ردالمحتار: ۵۲۴/۱،مصری)(۳)

اس عبارت مسطورہ سے صاف صاف واضح ہے کہ تراویح چاہے منفرداً پڑھی ہو، چاہے اس امام (جس کے پیچھے وتر پڑھنا ہے) کے سوا دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہو، وتر اس امام کے پیچھے پڑھے، ہاں اگر فرض عشا منفرداً پڑھے ہوں تو البتہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے؛ یعنی جماعت سے نہ پڑھے۔

باقی رہا یہ کہ "بقى لوتركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة؟فليراجع" إلخ.(۴)

(قوله بقى:إلخ) الذى يظهرأن جماعة الوتر تبع لجماعة التراويح،إلخ.(ردالمحتار: ۵۲۴/۱، مطبوعة مصر)(۵)اس کو اس جزئیہ سے تعلق نہیں۔

(۱) ردالمحتار،باب الوتر والنوافل،دارالفكر بيروت لبنان،انيس
(۲) الدر المختار،باب الوتر والنوافل: ۹۵/۱،دارالفكر بيروت،انيس
(۳) رد المحتار،باب الوتروالنوافل: ۴۹۹/۲-۵۰۰،دارالفكربيروت،انيس
(۴) الدرالمختار: ۹۵/۱، دارالفكر بيروت،انيس
(۵) رد المحتار: ۵۰۰/۲،انيس

اب معروض یہ ہے کہ اگر اس وضاحت میں بھی احقر سے غلط فہمی ہوئی ہے اور مسئلہ اس طرح صحیح ہے، جس طرح بہشتی گوہر (بحوالۂ مذکور) میں ہے کہ اگر نماز عشاء منفرداً پڑھی، تب بھی وتر جماعت سے پڑھے تو نہایت ادب سے عرض ہے کہ اس کی تصریح اور وضاحت فرمادی جاوے کہ احقر کے لیے شرح صدر کا باعث ہو اور اس سے رجوع کر کے مصلیوں کو مسئلہ سنادیا جاوے، یہ جو کچھ عرض کیا گیا محض رفعِ اشتباہ اور تحقیقِ حق کے لیے ہے، نہ حضور والا کے انتباہ کے لیے، پس سوال یہ ہے کہ اگر فرضِ عشا اور تراویح دونوں گھر پڑھے ہوں، یا اکیلے کہیں اور پڑھے ہوں اور وہ شخص ایسی جگہ (مسجد، یا اور کسی مقام پر) حاضر ہوا کہ وہاں وتر جماعت سے شروع ہوئی تو یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

شامی، ص: ۷۴۷/ج: ا، مطبوعہ سندھ میں اس مسئلہ کا جزو اوّل؛ یعنی ''ان کو بعد وتر پڑھے'' تک ہے اور جزو دوم؛ یعنی ''یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے'' اس جگہ اس کا ذکر نہیں؛ بلکہ اس کا ذکر اسی عبارت میں ہے، جو سوال میں درج ہے اور مطبوعہ سندھ کے ص: ۷۴۱ پر درج ہے؛ مگر شامی میں صفحہ مذکور پر جو عبارت مندرجہ فی السوال ہے، اسی سے بہشتی گوہر کی تائید نہیں ہوسکتی، **ولو لم یصلها**، الخ کا خلاف ہونا تو ظاہر ہے ہی؛ لیکن **لأنه تبع فمصلیه**، الخ سے بھی تائید نہیں ہوتی؛ کیوں کہ اس سے فاقد الفرض کے لیے جماعت تراویح میں جوازِ شرکت ثابت ہوتی ہے، نہ کہ جماعت وتر میں، **کما یظهر بأدنی التأمل**.

پس سائل کا استدلال صحیح ہے؛ مگر یہ ضروری نہیں کہ شامی اور درمختار میں عدم جوازِ شرکت ہو تو مسئلہ بہشتی زیور؛ یعنی جواز شرکت فی الوتر صحیح نہ ہو۔ اب رہی یہ بات کہ جواز شرکت کہاں سے ثابت ہے، سو اس کے متعلق عرض ہے کہ فتاویٰ عبدالحیؒ میں بعد نقلِ روایات عدمِ جواز لکھا ہے؛ لیکن کدامے وجہ قوی معتد بہ عدمِ جواز معلوم نمی شود حق جواز معلوم یشود واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

بعد ازاں مولوی محمد صاحب کی تصدیق اس طرح درج ہے:

فی غنیة المستملی فی شرح منیة المصلی: وإذا لم یصل الفرض مع الإمام فعن عین الأئمة الکرابیسی: أنه لایتبعه فی الوتر ولا فی التراویح وکذا إذا لم یتابعه فی التراویح لایتابعه فی الوتر وقال أبو یوسف البانی: إذا صلی مع الإمام شیئًا من التراویح یصلی معه الوتر وکذا إذا لم یدرک معه شیئاً منها وکذا إذا صلی التراویح مع غیره له أن یصلی الوتر معه وهو الصحیح، ذکره أبو اللیث، آه.(۱)

(۱) غنیة المستملی، ص: ۳۵۵، دار الکتاب دیوبند، انیس

وذکر فی مختصر البحر عن الکرابیسی: إذا لم یصل الفرض معه لا یتبعه فی التراویح ولا فی الوتر وکذا إذا لم یتبعه فی التراویح لا یتبعه فی الوتر مع الإمام. (البنایة شرح الهدایة، صلاة الوتر جماعة فی غیر رمضان: ۵۶۰/۲، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)
==

وفی مختصره (أی الصغیری): وإذا لم یصلی الفرض مع الإمام قیل لایتبعه فی التراویح ولافی الوتر وکذاإذا لم یصل معه التراویح لایتبعه فی الوتر والصحیح أنه یجوزأن یتبعه فی ذلک کله، آه واللّٰه علیم بالصواب وعنده علم الکتاب

کتبہ ابوالاحیاء محمد نعیم، عفی عنہ ذنبہ العظیم

اب ایک خلجان اور باقی رہا، وہ یہ کہ پھر بہشتی گوہر میں اس کو درمختار کی طرف کیوں منسوب کیا گیا، جس میں بجائے موافقت کے مخالفت موجود ہے، سواصل واقعہ بعد کاوش بسیار یوں معلوم ہوا کہ علم الفقہ جو اصل ماخذ ہے گوہر کا، اس میں جزو اول کا حوالہ درمختار موجود ہے اور گوہر میں جزو دوم کا اضافہ کر کے صغیری کا حوالہ بڑھا دیا گیا تھا، جو مطبوعۂ قدیم میں موجود ہے اور مکمل مدلل میں صغیری کا نام غلطی کاتب کے باعث رہ گیا۔ واللہ اعلم

کتبہ عبدالکریم عفی عنہ، ۲۰ ررمضان ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ۔ (امدادالاحکام: ۲ر۲۱۶-۲۱۷) ☆

== ثم ذکر بعده أنه لو صلی التراویح مع غیره له أن یصلی الوتر معه هو الصحیح. (البحرالرائق، قبیل مطلب إدراک الفریضة: ۲/۷۵، دارالکتاب الإسلامی بیروت، انیس)

☆ عشا کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر جماعت سے پڑھے یا تنہا:

سوال: ایک مسئلہ میں اشکال پیدا ہو گیا، امید ہے کہ جواب باصواب ارشاد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے، وہ یہ ہے کہ بہشتی گوہر میں ہے، صفحہ: ۴۰ رمسئلہ: ۵ ''اگر کوئی شخص مسجد میں اس وقت پہونچے کہ عشا کی نماز ہو چکے تو اسے چاہیے کہ پہلے عشا کی نماز پڑھے، پھر تراویح میں شریک ہو اور اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جاویں تو ان کو بعد وتر پڑھنے کے پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے۔ (شامی: ۱ر۷۳۷)

اور غایۃ الاوطار میں ہے: ولو لم یصلها أی التراویح بالإمام أو صلها مع غیرها له أن یصلی الوتر معه، بعد ترجمہ کے تحریر فرماتے ہیں: مراد اس سے یہ ہے کہ فرض کو جماعت کے ساتھ پڑھا اور تراویح کو جماعت کے ساتھ نہیں پڑھا تو وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے؛ لیکن اگر فرض تنہا پڑھے ہوں تو وتر کو جماعت سے نہ پڑھے۔ (کذا فی الشامی)

موجب اشکال یہ ہے کہ شامی اور غایۃ الاوطار کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے جماعت سے فرض نہ پڑھے ہوں، وہ وتر جماعت سے نہ پڑھے اور بہشتی گوہر سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھ سکتا ہے، اگر شامی میں کسی جگہ یہ مسئلہ ہو تو تحریر فرمایئے، بہت بڑا اشکال ہو رہا ہے اور اکثر معمول بھی ہے کہ اکثر نمازی دیر میں آتے ہیں اور فرض جماعت سے نہیں پڑھتے ہیں اور وتر پڑھ لیتے ہیں؛ لیکن شامی اور غایۃ الاوطار کی عبارت کچھ اور کہہ رہی ہے، ضرورتاً محض بغرض تحقیق تکلیف دی گئی ہے، امید کہ از راہ کرم جواب جلد مرحمت ہوگا۔

دیگر امر ضروری العرض یہ بھی ہے کہ احقر کو یہ مسئلہ اسی طرح معلوم ہوتا تھا، جو بہشتی گوہر میں ہے، اسی طرح لوگوں کو بتلا دیتا تھا؛ مگر مولوی حبیب اللہ صاحب مدرس مدرسہ قومیہ میرٹھ جو بریلوی خیال کے ہیں، انہوں نے آج میرے پاس شامی بھیجی ہے اور کہلا کر بھیجا ہے کہ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے، لہٰذا مکرر عرض ہے کہ بہشتی گوہر کے مطابق عبارت شامی کی ہو تو ضرور ارشاد فرمائی جائے؟ ==

وتر کی نماز کتنی رکعتیں ہیں:

سوال: وتر کی نماز کتنی رکعتیں پڑھنی چاہیے؟

الجواب ـــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

وتر کی نماز تین رکعتیں پڑھنی چاہیے ایک سلام سے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سہیل احمد قاسمی، ۲۹؍ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۴۳۶)

== الجواب ـــــــــــــــــــ

بہشتی گوہر کا مسئلہ اس صورت میں ہے، جب کہ مسجد میں فرض نماز اور تراویح کی جماعت محلّہ والوں نے کی؛ مگر کسی ایک دو آدمی کو جماعت نہ ملی ہو تو ان بعد میں آنے والوں کے لیے وہی حکم ہے جو بہشتی گوہر میں ہے اور عامۂ کتب فقہ میں اس کے موافق ہی ذکر ہے۔ درمختار میں ہے:

ووقتها أی وقت التراويح بعد صلاة العشاء إلى الفجر قبل الوتر وبعده فی الأصح فلو فاته بعضها وقام الامام الى الوتر اوتر معه ثم صلّى مافاته، آه.

قال الشامی بعد ذكره قولين مقابل الأصح الثالث، مشى عليه المصنف تبعا للكنز عزاه فی الكافی إلى الجمهور و صححه فی الهداية والخانية والمحيط والبحر، آه. (۷۳۷/۱)(الدر المختار مع ردالمحتار: ۴۹۴/۱-۴۹۵، دار الفكر بيروت، انيس)

اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی گوہر میں جس طرح مسئلہ مذکور ہے وہ ہی جمہور کا قول ہے اور وہی اصح ہے، اسی کو ہدایہ، خانیہ، مراقی وغیرہ میں صحیح کہا ہے اور غایۃ الاوطار کی جس عبارت سے سائل کو دھوکہ ہوا ہے، وہ اس صورت میں ہے جب کہ مسجد میں کسی نے بھی فرض نماز، یا تراویح کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو تو اس صورت میں اگر وتر جماعت سے پڑھنا چاہیں تو بے شک ایک صورت میں مکروہ ہے، جب کہ فرض میں جماعت ترک کی گئی ہو) اور دوسری صورت میں محل تامل ہے، جب کہ فرض تو سب نے جماعت سے پڑھے ہوں؛ مگر تراویح کی جماعت کسی نے مسجد میں نہ کی ہو۔ درمختار میں ہے:

ولو تركوا الجماعة فی الفرض لم يصلوا التراويح جماعة؛ لأنها تبع فمصليه وحده يصليها معه ولو لم يصلها أی التراويح مع الإمام أو صلاها مع غيره له أن يصلی الوتر معه بقی لو تركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة فليراجع، آه. (الدر المختار: ۴۹۴/۱-۴۹۵، دار الفكر بيروت، انيس)

اور گو شامی نے اس مقام پر دوسرے الفاظ بھی نقل کئے ہیں؛ مگر صاحب درمختار اور اکثر اہل متون کا مختار وہ ہی ہے، جو مسئلہ جماعت و منفرد کے بارے میں درمختار میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم

۲۵؍رمضان ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۲/۲۱۳-۲۱۴)

(۱) **(وهو ثلاث ركعات بتسليمة). (الدر المختار على رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۵/۲، دار الفكر، انيس)**

عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰه عنه أنه قال: ما أحب أنی تركت الوتر بثلاث وإن لی حمر النعم. (الآثار لمحمد بن الحسن، باب الوتر، رقم الحديث: ۱۲۳، انيس)

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه، قال: الوتر ثلاث كصلاة المغرب. (موطأ الإمام محمد، باب الوتر، رقم الحديث: ۲۶۲، انيس)

وتر کی تین رکعتیں ایک سلام سے:

سوال: زید کہتا ہے کہ بعد نماز عشا تین رکعت نماز وتر ایک سلام سے کوئی چیز نہیں اور جماعت کے ساتھ شرع شریف میں اس کی کہیں اصل نہیں اور اس کے منکر اور تارک کو عند اللہ کچھ مواخذہ نہیں؟

الجواب

زید کا قول غلط ہے، وتر کی تین رکعت ایک سلام سے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔(۱)

اور جماعت وتر کی رمضان شریف میں مستحب اور افضل ہے۔شامی میں ہے:

رجح الكمال الجماعة بأنه صلى الله عليه وسلم كان أوتربهم ثم بين العذرفي تأخره مثل ما صنع في التراويح فالوتر كالتراويح فكما أن الجماعة فيها سنة فكذ لک الوتر،الخ.(۲)

دیکھئے اس عبارت میں کس وضاحت سے سنیت جماعت وتر کی ثابت فرمائی ہے،**فويل للمنكر**. فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶۶/۴)

صلوٰۃ وتر سے قبل آیت ﴿ربّنا ماخلقت هٰذا باطلاً﴾ کا پڑھنا ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: صلوٰۃ الوتر سے قبل اکثر مصلّین آیت ﴿ربنا ماخلقت هذا باطلا﴾ پڑھا کرتے ہیں؟

الجواب

اس کی کوئی اصل ہماری نظر سے نہیں گزری۔

۱۱/رمضان ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام:۲۱۴/۲)

وتر کی نیت:

سوال: وتر کی نیت کا کیا حکم ہے؟ کیوں کہ درمختار میں ہے:

" لذا ينوي الوتر لا الوتر الواجب، كما في العيدين للاختلاف".(۳)

اور شامی نے بھی یہی اختیار کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ اگر واجب کی نیت نہ کرے تو نماز جائز نہیں ہے۔

---

(۱) عن عائشة رضي الله عنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوتر بثلاث لايسلم إلا في آخرهن وهذا وتر أمير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه وعنه أخذ أهل المدينة. (المستدرک للحاكم،رقم الحديث: ۱۱٤۰)/(إعلاء السنن:۳۰/٦،رقم الحديث:۱٦٥۳،انيس)

(۲) رد المحتار،باب الوتر سوا النوافل:۵۰۱/۲ـ۵۰۲،دارالفكر بيروت،ظفير

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار:٤٤٥/۲،دارالفكر بيروت،انيس

الجواب

علامہ شامی نے اس موقعہ میں یہ لکھا ہے:

"أی أنه لایلزمه تعیین الوجوب لامنعه من ذلک". (۱)

پس معلوم ہوا کہ نیت وجوب منع نہیں ہے اور حنفی کا اعتقاد وجوب کا ہے، لہٰذا اس کو نیت وجوب کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اگر نیت مطلق وتر کی کرے، تب بھی نماز میں کچھ خلل نہ ہوگا اور عبارت درمختار توسیع پر محمول ہے؛ یعنی مطلق وتر کی نیت بھی درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۵۵/۴-۱۵۶)

وتر کی نیت میں واجب اللیل کہنے کا حکم:

سوال: وتر کی نیت میں واجب اللیل کہنا کیسا ہے؟

الجواب

وتر کی نیت میں یہ کہنا چاہیے کہ نیت کرتا ہوں میں نماز وتر کی اور اگر واجب اللیل بھی کہہ دیوے تو کچھ حرج نہیں۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۶۰/۴)

وتر کی نیت میں لفظ واجب کہنے کا، یا نہ کہنے کا حکم:

سوال: عالمگیری میں لکھا ہے:

"وفی الوتر ینوی صلاة الوتر، کذا فی الزاهدی وفی الغایة: أنه لاینوی فیه واجبًا للاختلاف فیه، کذا فی التبیین".

مولوی کرامت علی جونپوری و مولوی امانت اللہ غازیپوری نے اپنے رسالہ میں عربی نیت کے بیچ "واجب للہ تعالیٰ" لکھا، اب میں کیا کروں؟ بندہ کے پاس کتابیں بھی زیادہ نہیں ہیں اور بنگالہ میں مولوی کرامت علی کا غلبہ زور وشور سے ہے، سب "واجب للہ تعالیٰ" کہتے ہیں، فی الحال عرض فدوی کی یہ ہے کہ واجب کہنے سے نماز ہوگی، یا نہ؟ اور واجب کہنا افضل ہے، یا نہ؟ اور واجب کہنے سے نماز میں خلل ہوگا، یا نہ؟ حضور از روئے مہربانی تحریر فرماویں؟

(۱) رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۴۵/۲، دار الفکر بیروت، ظفیر

(۲) وکفٰی مطلق نیة الصلاة وإن لم یقل لله لنفل وسنة راتبة وتراویح، إلخ، ولابد من التعیین عند النیة، إلخ، لفرض، إلخ، و واجب أنه وتر. (الدر المختار: ۵۹/۱-۶۰، دار الفکر بیروت، انیس)

أشار إلٰی أنه لاینوی فیه أنه واجب للاختلاف فیه، زیلعی، أی لایلزمه تعیین الوجوب ولیس المراد منعه من أن ینوی وجوبه لأنه إن کان حنفیاً ینبغی أن ینویه لیطابق اعتقاده، إلخ. (رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۳۸۹/۱، ظفیر)

الجواب

فقہا نے تصریح کی ہے کہ ایک مذہب کے مقلد کو دوسرے مذہب کی رعایت خلافیات میں اولیٰ ہے، واجب نہیں، پس ''غایۃ'' میں جو علت لکھی ہے، اس کا حاصل (۱) یہی رعایت مذہب نفاۃ وجوب ہے، پس اس کی رعایت واجب نہیں؛ اس لیے واجب کہنے سے بھی نماز ہو جاوے گی اور نماز میں کچھ خلل نہ ہوگا۔

۱۶/ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ (امداد: ۱/۵۱) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۴۵۶-۴۵۷) ☆

بوقت ادائیگی وتر کو واجب کہنا کیسا ہے:

سوال: وتر ادا کرتے وقت وتر کو واجب کہنا چاہیے، یا نہیں؟ بعض مولوی منع کرتے ہیں؛ یعنی واجب نہ کہنا چاہیے؟

الجواب

وتر کو واجب کہنا چاہیے، وتر امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہے، لہٰذا ادائے وتر کے وقت واجب کا لفظ کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اگر نہ کہا جاوے، تب بھی واجب ہے، وتر ادا ہو جاوے گی۔ (۲) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۱۶۳)

---

(۱) غایۃ البیان شرح الہدایہ (لقوام الدین امیر کاتب اتقانی متوفی ۷۵۸ھ) کی عبارت مذکورہ فی السوال کا حاصل یہ ہے کہ وتر کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، صاحبین سنت کہتے ہیں اور امام صاحب واجب، لہٰذا صاحبین کے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے نیت میں لفظ ''واجب'' نہ کہا جائے۔ (سعید)

☆ سوال: نماز وتر کی نیت میں لفظ واجب کہا جاوے، یا نہیں؟

الجواب

فی الدرالمختار، بحث النیة: ولابد من التعیین عندالنیة لفرض وواجب أنه وتر، إلخ. (۱/۶، فی بحث النیة، دارالفکر بیروت، انیس)

وفی ردالمحتار: أی لایلزمه تعیین الوجوب (إلٰی قوله) ثم اعلم أن ما فی شرح العینی من قوله وأما الوتر فالأصح أنه یکفیه مطلق النیة مشکل؛ لأن ظاهره أنه یکفیه نیة مطلق الصلاة کالنفل إلا أن یحمل علٰی ماذکرناه عن الزیلعی من اطلاق نیة الوتر.. (الدرالمختارمع ردالمحتار: ۲/۹۷، مطلب فی حضور القلب والخشوع، دارالفکر، انیس)

اس سے معلوم ہوا کہ نیت وتر میں اگرچہ تعیین بعنوان واجب نہ ہو، تاہم (حنفی کے لیے وتر کی نیت میں لفظ ''واجب'' کہنا مناسب ہے لیطابق اعتقادہ (شامی عن البحر) لیکن ضروری نہیں ہے، البتہ یہ تعیین ضروری ہے کہ یہ وتر ہے، الخ۔ سعید) یہ تعیین ضرور ہے کہ یہ وتر ہے اور مطلق صلوٰۃ کی نیت کافی نہیں۔ فقط

۲۰/ صفر ۱۳۲۵ھ (امداد: ۱/۸۶) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۴۵۷)

(۲) وکفٰی مطلق النیة لنفل وسنة راتبة و تراویح، إلخ، ولابد من التعیین عند النیة، إلخ، لفرض، إلخ، وواجب أنه وتر. (الدرالمختار: ۱/۵۹-۶۰، دارالفکر بیروت، انیس)

أشار إلٰی أنه لاینوی فیه أنه واجب للاختلاف فیه، زیلعی، أی لایلزمه تعیین الواجب ولیس المراد منعه من أن ینوی وجوبه؛ لأنه إن کان حنفیاً ینبغی أن ینویه لیطابق اعتقاده وإن کان غیره لاتضره تلک، ذکره فی البحر فی باب الوتر. (ردالمحتار، باب شروط الصلاة، بحث النیة: ۱/۳۸۸-۳۸۹، ظفیر)

نماز وتر کے لیے مطلق وتر کی نیت چاہیے، یا وتر واجب کہنا ضروری ہے؟

سوال: صلوٰۃ وتر میں مطلق وتر کی نیت کرنا چاہیے، یا واجب وتر کی؟ عالمگیریہ فتاویٰ ہندیہ میں باب نیت میں مطلق وتر کی نیت کو لکھا ہے، وجوب کی بنا پر اختلافِ روایت کے اور علامہ شامیؒ نے خلاف اس کے اور باب وتر والنوافل میں لکھا ہے:

(قوله لاالوتر)الواجب الذی ينبغي أن يفهم من قولهم أنه لاينوی أنه واجب لايلزم تعيين الوجوب لامنعه من ذلک؛لأنه إن كان حنفياً ينبغي أن ينويه ليطابق اعتقاده وإن كان غيره فلا تضره تلک النية. (۱)

لکھا ہے کہ اب قول فیصل در باب نیت اور علامہ شامیؒ کی اس عبارت کا مطلب بیان فرما کر ہدایت فرماویں؛ کیوں کہ یہاں کے علما میں بہت اختلاف ہو رہا ہے؟

الجواب

علامہ شامی کی یہ عبارت اقتداء وتر خلف الشافعی کے متعلق ہے؛ کیوں کہ درمختار کی عبارت بھی اس کے متعلق ہے کہ اقتداء بالشافعی کے وقت وتر واجب کی نیت نہ کرے؛ بلکہ صرف وتر کی نیت کرے؛ تا کہ دونوں کی نیت؛ یعنی امام اور مقتدی کی متحد رہے، اختلاف نہ ہو۔ علامہ شامیؒ کہتے ہیں کہ اگر اس وقت بھی وتر واجب کی نیت کرے تو مضر نہیں، جائز ہے، باقی منفرد کے لیے اداءِ وتر کے واسطے مطلقِ نیت وتر بھی کافی ہے اور نیت وتر واجب بھی کافی ہے، اس میں یہی قول فیصل ہے کہ ہر دو طرح نیت وتر درست ہے، اس میں اختلاف کرنا محض ایک لایعنی ولا طائل امر ہے۔ واللہ اعلم

۲۲ ربیع ۱۳۴۳ھ (امداد الاحکام: ۲/۲۰۴-۲۰۵)

وتر اور واجب سے متعلق چند سوالات:

سوال (۱) واجب کا تارک گنہگار ہے، یا نہیں؟

(۲) نماز وتر واجب ہے، یا نہیں؟

(۳) وتر کا تارک گنہگار ہے، یا نہیں؟

(۴) عیدین کی نماز واجب ہے، یا فرض؟

(۵) عیدین کی نمازوں کا تارک گنہگار ہے، یا نہیں؟

(**المستفتی**: ۱۶۱۶، محمد ولی اللہ صاحب (پٹنہ سٹی) ۱۱/ جمادی الاول ۱۳۵۶ء مطابق ۲۰/ جولائی ۱۹۳۷ء)

---

(۱) الدرالمختار مع رد المحتار: ۲/۴۴۵، دارالفکر بیروت، انیس

الجواب

(۱) واجب کا تارک اس شخص کے نزدیک گنہگار رہے، جو اس فعل کو واجب قرار دیتا ہے۔(۲)

(۲) نماز وتر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تین روایتیں ہیں: یوسف بن خالد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کی کہ وتر واجب ہیں، اورنوح بن ابی مریم نے یہ روایت کی کہ وتر سنت ہیں اور حماد بن زید نے یہ روایت کی کہ وتر فرض ہیں، اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک وتر سنت ہیں۔(۲)

(۳) ہاں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب راجح ،یعنی وجوب وتر کے لحاظ سے تارک وتر گنہگار ہے؛(۳) مگر دوسری روایت سنیت اور قول صاحبین پر گنہگار نہیں، اگرچہ مستحق ملامت ان کے نزدیک بھی ہے۔

(۴) عیدین کی نماز میں بھی امام ابوحنیفہؒ سے وجوب اور سنیت کی دونوں روایتیں ہیں اور امام محمدؒ نے بھی اس کے متعلق سنت کا لفظ استعمال کیا ہے۔(۴)

(۵) عیدین کی نماز کا تارک وجوب کی روایت کی بنا پر گنہگار رہوگا اور سنیت کی روایت کی بنا پر گنہگار نہ ہوگا (اگر ترک بر بنائے استخفاف نہ ہو)؛ مگر مستحق ملامت ہوگا۔(۵) خلاصہ یہ کہ جس چیز کے واجب اور سنت ہونے میں اختلاف ہو، اس میں تارک پر گنہگار رہونے کا حکم بھی مختلف فیہ ہوگا اور جس کے واجب ہونے پر اتفاق ہوگا، اس کے تارک پر گنہگار رہونے کا حکم بھی متفق علیہ ہوگا، یہ سب کلام مذہب حنفی کے ماتحت ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی (کفایت المفتی: ۳/۳۸۹-۳۹۰)

فرض واجب مسنون کی تعریف اور ان کا حکم:

سوال (۱) واجب کا تارک گنہگار رہے، یا نہیں؟ فرض اور واجب ومسنون کی کیا تعریف ہے؟ ان تینوں کا تارک گنہگار رہوگا، یا نہیں؟ اور ان تینوں کے گناہ میں فرق ہے، یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن وحدیث سے مدلل چاہیے۔

(۲) ایک شخص وتر کی نماز ادا نہ کرے تو وہ گنہگار رہوگا، یا نہیں؟

(المستفتی: ۱۶۳۴، عبدالمجید صاحب ضلع پٹنہ (بہار) ۱۶/ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۵/ جولائی ۱۹۳۷ء)

---

(۱) أن السنة المؤكدة والواجب متساويان رتبة في استحقاق الإثم بالترك. (رد المحتار، باب العيدين: ۲/۱۷۷، ط: سعيد)

(۲) عن أبي حنيفة في الوتر ثلاث روايات: في رواية: فريضة، وفي رواية: سنة مؤكدة وفي رواية: واجبة. (الفتاویٰ الهندية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۰، ط: ماجدية)

(۳) أن السنة المؤكدة والواجب متساويان رتبة في استحقاق الإثم بالترك. (رد المحتار، باب العيدين: ۲/۱۷۷، ط: سعيد)

(۴) قال في التنوير: "تجب صلاتها علىٰ من تجب عليه الجمعة بشرائط". (باب العيدين: ۲/۱۶۶، ط: سعيد)

(۵) أن السنة المؤكدة والواجب متساويان، إلخ. (رد المحتار، باب العيدين: ۲/۱۷۷، ط، سعيد)

الجواب

واجب کا تارک اس شخص کے نزدیک گنہگار ہے، جو اسے واجب قرار دیتا ہے، اگر واجب ہونے میں ہی اختلاف ہوتو گنہگار ہونے کا حکم لگانے میں اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے محتاط طریقہ اختیار کرنا لازم ہے۔

فرض اعتقادی اس کو کہتے ہیں، جس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہو، واجب اس کو کہتے ہیں، جس کی قطعیت کے خلاف کوئی شبہ پیدا ہو جائے، مسنون ان افعال کو کہتے ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل، یا ترغیب، یا تقریر سے مستحسن قرار پاتے ہوں، پھر اگر ان پر مواظبت مع الترک احیانا ثابت ہوتو مؤکد، ورنہ سنن زوائد میں داخل ہیں۔

(۲)　وتر کی نماز قصداً ادا نہ کرنے والا امام اعظمؒ کے مسلک راجح (وجوب وتر) کے ماتحت گنہگار رہوگا اور جو ائمہ کہ وتر کو سنت کہتے ہیں اور ان میں حنفیہ کے دو امام؛ یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی شامل ہیں اور خود امام اعظمؒ سے بھی سنیت وتر کی ایک روایت ہے (گو مرجوح ہے)، ان کے نزدیک گنہگار تو نہیں؛ مگر مستحق ملامت ہے۔(۱)

"السنة هی الطريقة المسلوكة فی الدين من غير افتراض ولا وجوب وأيضًا ماصدرعن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم من قول أوفعل أوتقريرعلىٰ وجه التأس ومن السنن سنة هدٰی،هی ما واظب عليها النبی صلی اللّٰه عليه وسلم مع الترک أحيانًا علىٰ سبيل العادة وما كانت علىٰ سبيل العادة فهی السنه الزوائدة وان واظب عليه النبی صلی اللّٰه عليه وسلم".(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۳۹۰)

وتر واجب ہے، مخالف وموافق دلائل:

سوال:　وتر واجب ہیں، یا سنت؟

الجواب

(از جائے دیگر):　وتر واجب نہیں؛ بلکہ سنت ہیں، چناں چہ ترمذی اور نسائی شریف میں ہے:

"عن علی بن أبی طالب قال:"ليس الوتربحتم كهيئة المكتوبة ولكن سنة سنها رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم".(رواه الترمذی والنسائی وحسنه الحاكم)(۳)

(۱)　الفرض ما ثبت بدليل قطعی لاشبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة،وحكمه اللزوم علماً ...حتىٰ يكفرجاحده ويفسق تاركه بلا ...عذر والواجب ما ثبت بدليل فيه شبهه كصدقة الفطروالأضحية لايكفره جاحده ويفسق تاركه بلا تاويل.(رد المحتار،كتاب الأضحية:٦/٣١٣،ط:سعيد)

(۲)　قواعد الفقه، ص:٣٢٨،ط:أشرفی بکڈپو دیو بند،انیس

(۳)　عن علی بن أبی طالب قال:الوترليس بحتم و لكنه سنة سنها رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم.(مصنف ابن أبی شيبة،باب من قال:الوترسنة:٤/١٠٥،رقم الحديث:٦٩٢٧،انيس)　==

اور سبل السلام شرح بلوغ المرام میں ہے:

"وذهب الجمهور إلٰى أنه ليس بواجب". (۱)

اور ابن ماجۃ میں ہے:

"أن الوتر ليس بحتم ولا كصلاتكم المكتوبة". (۲)

اور تفسیر خازن میں ہے:

"عن عائشة أن النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قال: "ثلاث هن عليَّ فريضة وهن سنة لكم الوتر والسواك وقيام الليل". (۳)

غرض یہ ہے کہ ان احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب نہیں، چناں چہ یہی مذہب ہے امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ کا جو امام ابوحنیفہؒ کے بڑے شاگرد ہیں اور اکثر سلف کا بھی یہی مذہب ہے، ان سب کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ کا مذہب قوی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ جہاں صحیح حدیث ہو، اس کے برخلاف کسی مذہب پر چلنا سراسر غلطی اور محض تعصب ہے۔

مجیب صاحب نے عقبہ بن عامرؓ کی حدیث سے وجوب کا استدلال کیا بالکل غلط ہے؛ کیوں کہ اس حدیث میں وجوب کا کہیں ذکر نہیں، صرف حدیث مذکور سے فضیلت ثابت ہوتی ہے، نہ وجوب۔ اگر فضیلت کی حدیث سے وجوب ثابت کرنا ہو تو صبح کی سنتوں کے بارے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ركعتا الفجر خير من الدنيا وما فيها". (رواه مسلم) (۴) ان کو بھی واجب کہنا چاہیے، حالاں کہ کسی نے ان کے وجوب کا حکم نہیں

== عن علي قال: الوتر ليس بحتم كهيئة الصلاة المكتوبة ولكن سنة سنها رسول صلى الله عليه وسلم. (سنن الترمذي، باب ما جاء أن الوتر ليس بحتم: ۱۰۳/۱، سنن النسائي، باب الأمر والوتر: ۲٤٦/۱، انيس)

(۱) سبل السلام، حجة من قال بوجوب الوتر: ۳٤۲/۱، دار الحديث، انيس

(۲) عن علي رضي الله عنه قال: أن الوتر ليس بحتم كصلاتكم المكتوبة ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم أوتر، ثم قال: ياأهل القرآن! أوتروا فإن اللّٰه وتر يحب الوتر. (أخرجه الحاكم في المستدرك) (إعلاء السنن: ۱۳/٦، رقم الحديث: ۱٦۳۸، انيس)

عن عاصم بن ضميرة السلولي قال: قال علي بن أبي طالب أن الوتر ليس بحتم ولا كصلاتكم المكتوبة ولٰكن رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم أوتر، ثم قال: ياأهل القرآن أوتروا فإن الله وتر يحب الوتر". (سنن ابن ماجة، باب ما جاء في الوتر: ۸۲/۱، انيس)

(۳) تفسير الخازن، قبيل فصل في الأحاديث الواردة في قيام الليل: ۱٤۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث هن علي فرائض وهو لكم تطوع النحر والوتر وركعتا الفجر. (سنن الدارقطني، باب الوتر: ۱٥/۲، مطبوعة سهارنپور، انيس)

(۴) الصحيح لمسلم، باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما وتخفيفهما والمحافظة عليهما وبيان مايستحب أن يقرأ فيهما: ۲٥۱/۱، انيس) ==

کیا تو معلوم ہوا کہ ایسی حدیثیں صرف فضائل کے واسطے ہیں نہ وجوب کے واسطے، ایسی حدیثوں سے وجوب ثابت کرنا کم فہمی پر دال ہے۔

اور ابوداؤد میں ہے:

"إن رجلاً من بنی کنانة سمع رجلاً بالشام یدعٰی أبا محمد یقول: إن الوتر واجب، قال المخدجی: خرجت إلٰی عبادة بن الصامت، فأخبرته، فقال عبادة: کذب أبو محمد، سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: " خمس صلوات کتبهن اللّٰه علی العباد". (مختصرًا)(۱)

مجیب صاحب کی دوسری حدیث " **الوتر واجب علٰی کل مسلم**" کے معنی ہیں کہ وتر واجب ہیں؛ کیوں کہ واجب بمعنی ثابت ہے۔(۲) دوسری حدیث اس کی تائید کی باب الغسل المسنون میں موجود ہے:

"غسل یوم الجمعة واجب علٰی کل محتلم". (۳)

اگر ہر جگہ واجب کے معنی واجب کے ہوں تو غسل کی حدیث میں بھی واجب ہی کے معنی کرنے چاہئیں، حالانکہ اس حدیث کے وجوب کے معنی کسی شارح نے نہیں کئے؛ بلکہ ہر ایک نے اس حدیث کے معنی ثابت کے کئے ہیں؛ کیوں کہ غسل جمعہ کسی کے یہاں واجب نہیں، سب کے نزدیک سنت ہے، حتی کہ عندالاحناف بھی مسنون ہے۔

اسی طرح حدیث " **الوتر واجب**" (۴) کے معنی ثابت کے ٹھہرے، نہ کہ واجب کے، جب واجب کے معنی نہ ہوئے تو اس سے استدلال کرنا غلط ٹھہرا اور وتر کا مسنون ہونا ثابت ہوا۔

== عن عائشة رضی اللّٰه عنها عن النبی –صلی اللّٰه علیه وسلم– قال: رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیها. (رواه مسلم)(آثار السنن، باب التطوع للصلوات الخمس، رقم الحدیث: ٦٧٥، ص: ١٧٥، انیس)

(۱) سنن أبی داؤد، باب فی من لم یوتر: ٢٠١/١، انیس

أخرجه أبو داؤد والنسائی وابن ماجة عن عبداللّٰه أن رجلاً من بنی کنانة یدعی المخدجی سمع رجلاً بالشام یدعی أبامحمد سأله رجل عن الوتر أواجب هو؟ قال: نعم کوجوب الصلاة، ثم سأل عبادة بن الصامت فقال: کذب سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خمس صلوات کتبهن اللّٰه علی العباد". (نصب الرأیة، باب صلاة الوتر: ١١٥/٢، مؤسسة الریان، انیس)

(۲) عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه عنه رفعه: الوتر واجب علٰی کل مسلم. (إعلاء السنن: ١٣/٦، رقم الحدیث: ١٦٣٩. انیس.

عن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: الوتر واجب علٰی کل مسلم. (نصب الرأیة، باب صلاة الوتر: ١١٣/٢، مؤسسة الریان، انیس)

(۳) سنن أبی داؤد، باب غسل یوم الجمعة: ٤٩/١، رقم الحدیث: ٣٤١، انیس

(۴) عن أبی أیوب الأنصاری رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم: الوتر حق واجب علٰی کل مسلم. {أخرجه أحمد وابن حبان وأصحاب السنن}(إعلاء السنن: ١١/٦، رقم الحدیث: ١٦٣٦، مطبوعة دیوبند، انیس)

چنانچہ سبل السلام میں ہے:

"والإیجاب قد یطلق علی المسنون تاکیدًا کما سلف فی غسل الجمعة ".(۱)

طالب حق کو اتنا کافی ہے، ورنہ دلائل بہت ہیں، اگر لکھے جاویں تو مستقل کتاب بن جاتی ہے۔

مفتی صاحب نے نمبر:۳ کی حدیث جو ایک وتر کی ممانعت میں پیش کی ہے، وہ بالکل ضعیف ہے اور نہ صحاح ستہ میں موجود ہے، صحاح ستہ کی حدیث جو صحیح اور سب کے نزدیک مسلم ہیں، ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی؛ کیوں کہ جب صحیح حدیث موجود ہو تو اس سے استدلال کیا جاوے گا، چناں چہ نسائی شریف میں ہے:

"عن ابن عمر أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال:" الوتر رکعة من آخر اللیل".(۲)

اور ابوداؤد میں ہے:

عن أبی أیوب الأنصاری قال:قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:الوتر حق علٰی کل مسلم فمن أحب أن یوتر بخمس فلیفعل ومن أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل ومن أحب أن یوتر بواحدة فلیفعل.(۳)

اس حدیث سے ان لوگوں کے مذہب کی تردید نکلی، جو لوگ جزماً تین رکعت وتر کا حکم دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح اجازت فرمائی تو تحدید کہاں سے نکالتے ہو، خواہ مخواہ شریعت مطہرہ عام کو محدود کرنا کیسی نادانی ہے، جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ہم تابعدار ہیں، انہوں نے ایک وتر اور تین وتر اور پانچ وتر پڑھنے کی اجازت ورخصت فرمائی ہے تو بھلا دوسروں کی بات کس طرح تسلیم کی جائے گی؛ بلکہ اس رخصت کو محدود کرنا محض تعصب ومذہبی پابندی ہے، جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت فرمائی، اس طرح کیوں نہ فتویٰ دیا جاوے، چاہے کوئی ایک پڑھے، چاہے تین، چاہے پانچ۔

اور ابن ماجہ میں ہے:

"سأل ابن عمر رجل فقال: کیف أوتر؟قال:أوتر بواحدة،قال:إنی أخشی أن یقول الناس البتیراء،فقال:سنة اللّٰہ وسنة رسولہ یرید ہذہ سنة اللّٰہ ورسولہ.(۴)

---

(۱) سبل السلام،حجة من قال بوجوب الوتر: ۳۴۲/۱،دار الحدیث،انیس

(۲) سنن النسائی،باب کم الوتر: ۲۴۷/۱،رقم الحدیث: ۱۶۸۹/الصحیح لمسلم،باب صلاة اللیل مثنی والوتر رکعة من آخر اللیل ،رقم الحدیث:۷۵۲/مشکٰوة المصابیح، باب الوتر،الفصل الأول،ص:۱۱۱،انیس)

(۳) سنن أبی داؤد،باب کم الوتر: ۲۰۱/۱،رقم الحدیث: ۱۴۲۲،انیس

عن أبی أیوب قال:قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: الوتر حق واجب علٰی کل مسلم فمن أحب أن یوتر بخمس فلیوتر ومن أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل ومن أحب أن یوتر بواحدة فلیوتر .{رواہ أحمد فی مسندہ،وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک}(نصب الرأیة،باب صلاة الوتر: ۱۱۲/۲،مؤسسة الریان،انیس)

(۴) حدثنا المطلب بن عبد اللّٰہ قال سأل ابن عمر رجل فقال کیف أوتر؟ قال:أوتر بواحدة، ==

دیکھو! اس حدیث میں صاف بیان ہے کہ اس شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ایک وتر پڑھنے کا اعتراض کیا؛ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی ایک نہ مانی؛ بلکہ یہی کہا کہ نہیں ایک پڑھنا حضرت کی سنت ہے تو بھلا ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تین سے کم، یا زیادہ جائز نہیں۔

اور فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ہے:

"وصح عن جماعة من الصحابة أنهم أوتروا بواحدة من غير تقدم نفل قبلها،وفى كتاب محمد بن نصيروغيره بإسنادصحيح عن السائب بن يزيد أن عثمان قرأالقرآن ليلة فى ركعة لم يصلّ غيرها وفى المغازى أن سعدًا أوتربركعة وفى المناقب عن معاوية أنه أوتربركعة وأن ابن عباس استصوبه". (۱)

ان سب اقوال واحادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر طرح رخصت ہے اور بہت دلائل ہیں؛ مگر بسبب عدم گنجائش کے سمانہیں سکتے، اتنے کو ہی کافی سمجھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہو جاویں؛ کیوں کہ آپ کی فرمانبرداری نجات ہے۔

مفتی صاحب نے التحیات درمیانی کے ثبوت کے واسطے جو حدیث پیش کی ہے، اس سے التحیات کا ثبوت ہرگز نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اس میں صرف یہی ہے کہ مثل نماز مغرب کے ہے، اس میں التحیات کا کوئی ذکر نہیں، مماثلت کے احتمال سے التحیات کا ثبوت نکالنے میں یہاں مماثلت سے مماثلت تامہ مراد نہیں، جیسے کوئی شخص کہے زید مثل شیر کے ہے، اب اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زید شیر ہی ہو؛ بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ زید کی بہادری مثل شیر کے ہے، چناں چہ اس حدیث میں بھی یہی ذکر ہے کہ مثل نماز مغرب کے ہے؛ یعنی عدد میں نماز مغرب کی مثل ہے، اگر مماثلت تامہ سمجھتے ہو تو پھر وتروں کو بھی مغرب کی نماز کے مثل فرض عین سمجھنا چاہیے، حالاں کہ ان کو فرض عین کوئی نہیں قرار دیتا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہاں مماثلت تامہ نہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ اس میں ذکر ہے کہ نماز مغرب دن کی وتر ہیں اور یہ رات کی وتر ہیں، اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ

== قال: إنى أخشٰى إن يقول الناس... فقال:سنة اللّٰه ورسوله يريد هٰذه سنة ورسوله صلى اللّٰه عليه وسلم. (سنن ابن ماجة،باب ما جاء فى الوتر بركعة: ۸۲/۱،مكتبة البدرديوبند،انيس)

(۱) وصح عن جماعة من الصحابة أنهم أوتروا بواحدة من غيرتقدم نفل فبلها،ففى كتاب محمد بن نصروغيره بإسنادصحيح عن السائب بن يزيد أن عثمان قرأ القرآن ليلة فى ركعة لم يصل غيرهاويسألنى فى المغازى حديث عبداللّٰه بن ثعلبة أن سعداً أوتربركعة ويأتى فى المناقب عن معاوية أنه أوتربركعة وأن ابن عباس الصوبة وفى كل ذلك ردعلٰى ابن التين فى قوله:إن الفقهاء لم يأخذوا بعمل معاوية فى ذلك .(فتح البارى،باب ماجاء فى الوتر: ۶۱۱/۲،مكتبة أشرفية ديوبند،انيس)

مماثلت صرف وتر ہونے میں ہے، نہ کہ مماثلت کل۔ ہم خدا کے فضل سے صحاح ستہ وغیرہ میں سے صحیح حدیثیں پیش کرتے ہیں، جن میں صریح لفظ ہیں کہ درمیان میں التحیات نہ پڑھنا چاہیے۔

عن أبی هريرة مرفوعاً وموقوفاً: "لا توتروا بثلاث تشبهوا بصلاة المغرب". وقد صححه الحاكم.(۱)

اور دوسری حدیث:

عن عائشة قالت: كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوتر بثلاث لايقعد إلا فی آخرهن. (۲)

وروى النسائی من حديث أبی بن كعب نحوه، ولفظه: يوتر ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى. وقُلْ يٰأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وقُلْ هُوَاللّٰهُ أَحَدٌ﴾ ولايسلم إلا فی آخرهن". (۳)

ان حدیثوں کے صریح لفظ ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں التحیات کو نہیں بیٹھتے تھے، احتمال والی حدیث بھلا کس طرح مقابلہ کرسکتی ہے۔

اصل وتر پڑھنے کی دو صورتیں ہیں: ایک تو وہ جو مذکور ہوئی ہے، بغیر التحیات کے اخیر میں سلام پھیرنا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دے اور ایک رکعت علاحدہ پڑھے، یہ صورت بہت بہتر ہے اور اسی کو اکثر لوگوں نے پسند کیا ہے۔

مفتی صاحب نے جو قنوت کے بابت تحریر فرمایا ہے کہ قنوت بعد رکوع مکروہ ہے اور پندرہ دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم پر لعنت کی، اس میں قبل اور بعد کا ذکر نہیں۔

خبر نہیں مولوی صاحب نے فتویٰ دینے کے وقت صم بکم ہوکر فتویٰ لکھا ہے؛ کیوں کہ صریح حدیث میں لفظ بعد مذکور ہے اور مفتی صاحب نے قبل اور بعد دونوں کی نفی تحریر کردی۔

حدیث متفق علیہ تحریر ہے:

"عن أبی هريرة أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم إذا أراد أن يدعوا علىٰ أحد أويدعو لأحد قنت بعد الركوع". (الحديث)(۴)

---

(۱) المستدرک للحاكم: ۱/۴۴۶، رقم الحديث: ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، دارالكتب العلمية بيروت، انیس

(۲) السنن الكبرى للبيهقی، باب من أوتر بخمس أو ثلاث لا يجلس ولا يسلم إلا فی آخرهن، رقم الحديث: ۴۸۰۳، انیس

(۳) سنن النسائی، ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر أبی كعب فی الوتر: ۱/۲۴۹، انیس)

(عن أبی بن كعب رضی اللّٰه عنه قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوتر بسبح اسم ربک الأعلىٰ وقل يا أيها الكافرون وقل هو اللّٰه أحد ولا يسلم إلا فی آخرهن ويقول بعد التسليم سبحان الملک القدوس ثلاثاً. رواه النسائی إسناده حسن. (آثار السنن، باب الوتر ثلاث ركعات، رقم الحديث: ۶۱۱، ص: ۱۶۳، انیس

(۴) عن أبی هريرة رضی اللّٰه عنه: أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان إذا أراد أن يدعو علىٰ أحد أويدعو لأحد قنت بعد الركوع. {رواه البخاری}(إعلاء السنن: ۶/۹۹، رقم الحديث: ۱۷۱۷، انیس)

اور ابن ماجہ میں ہے:

”عن محمد قال: سألت أنس بن مالک عن القنوت؟ فقال: قنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم بعد الرکوع. (۱)

عون المعبود:

”وقد روی محمد بن نصر عن أنس أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم کان یقنت بعد الرکعة و أبوبکر و عمر حتیٰ کان عثمان قنت قبل الرکعة“. (۲)

قال المنذری: وفی روایة قال: ھذا یقول فی وتر القنوت.

ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ قنوت بعد رکوع پڑھنا چاہیے، مگر وہ لکھنا بالکل بلا دلیل اور ضد ہے، اگر کوئی قبل رکوع قنوت پڑھے تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ طرفین کی حدیثیں موجود ہیں، ہر دو جانب کی حدیثوں پر عمل کرنے کے واسطے کبھی قبل رکوع پڑھے اور کبھی بعد رکوع؛ کیوں کہ ایک حدیث پر عمل کرنا اور دوسری پر نہ کرنا امر ناگوار ہے، مناسب یہی ہے کہ ہر دو پر عمل کریں؛ تاکہ دونوں میں تعارض نہ رہے۔

الجواب ــــــــــ ازمولوی مشیت اللّٰہ صاحب دیوبندی

سب سے پہلے عرض کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب میں غور و تنقیح کے بعد تین جز و نکلتے ہیں۔

(۱) وتر سنت ہیں، ان کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور جس نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، بالکل غلط ہے؛ کیوں کہ اس میں وجوب کا کہیں ذکر نہیں ہے، نیز ”الوتر واجب علیٰ کل مسلم“ (۳) سے بھی وجوب پر استدلال کرنا باطل ہے؛ کیوں کہ یہاں واجب بمعنی ثابت ہے، وجوب اصطلاحی نہیں، اور واجب اس معنی میں کثرت سے آتا ہے، کما فی باب الغسل المسنون: ”غسل یوم الجمعة واجب علیٰ کل محتلم“. (۴) یہاں سب کے نزدیک واجب بمعنی ثابت ہے؛ کیوں کہ غسل یوم جمعہ کو کوئی واجب نہیں کہتا۔

(۱) سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی القنوت قبل الرکوع وبعده: ۸٤/۱، انیس

عن عاصم قال سألت أنس بن مالک رضی اللّٰہ عنه عن القنوت فقال قد کان القنوت فات قبل الرکوع أو بعده قال قبله، قال فإن فلاناً أجرنی عنک إنک قلت بعد الرکوع فقال کذب إنما قنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بعد الرکوع شهراً، الخ. (آثار السنن، باب قنوت الوتر قبل الرکوع، رقم الحدیث: ٦٢٨، ص: ١٦٧، انیس)

(۲) وقد روی محمد بن نصر عن أنس أن رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم کان یقنت بعد الرکعة وأبوبکر وعمر حتیٰ کان عثمان فقدت قبل الرکعة لیدرک الناس. قال العراقی: وإسناده جید. (عون المعبود شرح سنن أبی داؤد، باب القنوت فی الوتر: ٢١٢/٤، مکتبة أشرفیة دیوبند، انیس)

(۳) عن عبداللّٰہ بن مسعود رفعه: الوتر واجب علیٰ کل مسلم. (إعلاء السنن: ١٣/٦، رقم الحدیث: ١٦٣٩، انیس)

(۴) سنن أبی داؤد، باب غسل یوم الجمعة: ٤٩/١، رقم الحدیث: ٣٤١، انیس

(۲) تین رکعت کی تحدید وتر میں کرنا باطل ہے، وتر کا ایک رکعت ہونا بھی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہے، چناں چہ نسائی میں ہے:

"عن ابن عمر أن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: "الوتر رکعة من آخر اللیل". (۱)

اور ابوداؤد میں ہے:

"عن أبی أیوب الأنصاری قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "الوتر حق علیٰ کل مسلم فمن أحب أن یوتر بخمس فلیفعل ومن أحب أن یوتر بثلاث فلیفعل ومن أحب أن یوتر بواحدة فلیفعل". (۲)

ان دونوں روایتوں سے ان لوگوں کے مذہب کی تردید نکلی، جو جزماً وتر تین رکعت بتلاتے ہیں، اس پر دلیل لانی چاہیے کہ تین رکعت کی تحدید کہاں سے کرتے ہو۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے:

"أنہ کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لایقعد إلا فی آخرھن" سے وتر کو تین رکعت مان کر قعدۂ اولیٰ کی نفی ہوتی ہے، پھر التحیات درمیانی کا ثبوت کس طرح ہوسکتا ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قنوت بعد الرکوع پڑھنا بھی ثابت ہے، بعد الرکوع اور قبل الرکوع دونوں طرح قنوت پڑھنا بلا کراہت جائز ہونا چاہیے، پھر بعد الرکوع قنوت پڑھنا مکروہ کس طرح ہوا۔

یہ تین امور ہیں، جن کا مجیب صاحب نے التزام کیا ہے، اور اپنی کم فہمی کی داد خود دیتے ہوئے لکھا ہے کہ سب روایتوں کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب قوی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ جہاں صحیح حدیث ہو، اس کے برخلاف کسی مذہب پر چلنا سراسر غلطی اور محض تعصب ہے۔

آپ کو ان شاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوجائے گا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب روایات صحیحہ سے کتنا قریب تر ہے، ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کا کمال فراست اور تفقہ فی الدین ہے، جس نے صحیح روایات تو کجا، ضعیف روایت کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا، امام صاحب موصوف روایات سے تعامل اور قرائن دیکھ بھال لینے کے بعد ایسا پاکیزہ اور عمدہ محل نکالتے ہیں، جس کے باعث تمام روایات پر اگرچہ متعارض ہی کیوں نہ ہوں، عمل کرنا سہل ہوجاتا ہے، غیر متعصب اس کا اندازہ کرسکتا ہے، متعصب معاند کے کبھی یہ بات خیال میں نہیں آسکتی؛ مگر

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

---

(۱) سنن النسائی، باب کم الوتر: ۲٤۷/۱، رقم الحدیث: ۱۷۰۰، انیس

(۲) سنن أبی داؤد، باب کم الوتر: ۲۰۱/۱/ کذا فی نصب الرأیة: ۱۱۱/۲، انیس

ہمیں اس سے مقصود کسی پر طعن وتشنیع نہیں، نہ ہمارا یہ شیوہ ہے، نہ ہم ایسے بے باک ہیں کہ تعصب کے پردہ میں نمودار ہوکر جس امام کی چاہیں توہین کرڈالیں، البتہ ہم سے اس جواب فتویٰ کا جواب مانگا گیا ہے؛ اس لیے جو کچھ ہمارے نزدیک حق ہے، اس کو نمبروار تین جزوں پر تقسیم کرتے ہوئے جواب دیتے ہیں۔ واللہ الموفق للصواب

(۱)　دربارۂ وتر اگرچہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وتر سنت ہیں؛ لیکن صاحب نہایہ جیسے محققین مذہب نے اصح اور راجح روایت وجوب کو قرار دیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ صرف امام موصوف نے وتر کو واجب قرار دیا، یا اور حضرات بھی وجوب کے قائل ہیں۔

جناب مجیب صاحب کی خوش فہمی ہے کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ امام ابوحنیفہؒ اس میں منفرد ہیں، کاش کہ شیخ بدرالدین عینیؒ کی اس عبارت سے واقف ہوتے:

"وحكى ابن حزم أن مالكاً قال:"من تركه أدب وكانت جرحة في الشهادة، إلخ".

"وفي المصنف عن مجاهد بسند صحيح"هو واجب ولم يكتب،إلخ".

"وحكى ابن بطال وجوبه عن أهل القرآن عن ابن مسعود وحذيفة وأبراهيم النخعي وعن يوسف بن خالد السمتي شيخ الشافعي وجوبه،وحكاه ابن أبي شيبة أيضاً عن سعيد بن المسيب وأبي عبيدة بن عبد الله ابن مسعود والضحاك"،انتهٰى. (۲)

پس معلوم ہوا کہ ابوحنیفہؒ ہی وجوب وتر کے قائل نہیں ہوئے؛ بلکہ سلف میں سے ایک جماعت ابوحنیفہؒ کی طرح واجب کہتی ہے، حتی کہ امام مالکؒ کا رجحان خاطر یہی معلوم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس قسم کے زوردار الفاظ ترک واجب ہی کی نسبت کہے جاسکتے ہیں اور حافظ علیم الدین السخاویؒ تو معلوم ہوتا ہے کہ فرضیت وتر کے قائل ہوگئے ہیں۔

كما في حاشية البحر الرائق:"واختار الشيخ علیم الدين السخاوي أنه فرض وعمل فيه جزءً وساق الأحاديث الدالة علٰى فرضيته ثم قال:"فلايرتاب ذوفهم بعد هذا أنها ألحقت بالصلوات الخمس في المحافظة عليها". (۲)

اور عجب نہیں امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی وجوب کی طرف ہو۔

"كما أشار إليه الحافظ في فتح الباري إفراده بالترجمة عن أبواب التهجد والتطوع يقتضي أنه غير ملحق بها،ثم قال الحافظ:ولولا أنه أورد الحديث الذي فيه إيقاعه على الدابة إلا المكتوبة لكان إشارة إلٰى أنه يقول بوجوبه" انتهٰى. (۳)

---

(۱)　عمدة القاري،أبواب الوتر: ۴۱۲/۳،ظفیر (لیجعل آخر صلاته وقراً: ۲۲۴/۵،زکریا بکڈپو دیوبند،انیس)

(۲)　حاشية البحر الرائق: ۴۰/۲،ظفیر

(۳)　فتح الباري،أبواب الوتر: ۳۹۷/۲،ظفیر

==

حافظؒ کہنے کو تو کہہ گئے کہ بخاری کا صلوٰۃ وتر اور صلوٰۃ لیل کے لیے علاحدہ تراجم رکھنا اس کو مقتضی ہے کہ بخاری وتر کو صلوٰۃ لیل کے ساتھ لاحق نہیں کرتے؛ لیکن یہ دیکھ کر بخاری ابواب وتر میں وہ حدیث لائے ہیں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر دابہ پر سوار ہونے کی حالت میں پڑھے ہیں، فرمانے لگے بے شک وشبہ یہ کہہ دیا جاتا کہ بخاری وجوب وتر کے قائل ہو گئے ہیں، اگر بخاری اس قسم کی حدیث نہ لاتے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دابہ پر وتر پڑھنا ثابت ہے۔ اب یہ نسبت ان کی طرف نہیں کی جاسکتی۔

میں کہتا ہوں: باوجود اس کے کہ بخاری اس قسم کی حدیث بھی لائے ہیں کہ جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دابہ پر وتر پڑھنا ثابت ہوتا ہے؛ تاہم یہ بخاری کے اس مقصد کے منافی نہیں، جس کو تر جموں کے علاحدہ علاحدہ لانے میں اشارۃً ذکر کر چکے ہیں؛ کیوں کہ تم زیادہ سے زیادہ یہی کہو گے کہ جب بخاری وجوب وتر کے قائل ہوئے تو ان کو وہ حدیث نہ نکالنی چاہیے تھی، جس میں یہ ہے کہ سوار ہونے کی حالت میں دابہ پر وتر پڑھے گئے ہیں؛ کیوں کہ یہ ممکن نہیں کہ وتر واجب ہوں اور دابہ پر سواری کی حالت میں ادا کئے گئے ہوں۔

اس کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس کی دلیل لایئے کہ بخاری کا بھی مسلک یہی مسلک ہے کہ واجب خواہ حالت سفر ہی میں کیوں نہ ہو، دابہ پر پڑھنا جائز نہیں، بخاری شان اجتہاد رکھتے ہیں، عجب نہیں کہ وجوب وتر کے قائل ہو کر دابہ پر ادا کرنے کو جائز رکھتے ہوں اور بہتر بات یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ بخاری اس حدیث کو لا کر جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دابہ پر سوار ہو کر وتر پڑھے ہیں، اشارہ کر رہے ہیں کہ دابہ پر وتر کا پڑھے جانا وجوب کے منافی نہیں؛ کیوں کہ یہ واقعہ حال لاعموم لہا کے طور پر ہے اور جب معتبر روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ وتر دابہ سے اتر کر زمین پر پڑھا کرتے تھے، کما فی الطحاوی کہ لامحالہ یہ وتر دابہ کے اوپر کسی عذر شدید کی حالت میں پڑھے گئے ہوں گے اور عذر کی حالت میں واجب تو کیا فرض کا ادا کرنا بھی دابہ پر متفق علیہ ہے، لہٰذا اس روایت میں وتر کا دابہ پر پڑھا جانا وجوب وتر کے منافی نہیں۔ واللہ اعلم

قائلین بسنیۃ الوتر میں سے ایک جماعت وتر کو بحق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بطور خصوصیت واجب کہتے ہیں اور پھر آپ کا دابہ پر ادا کرنا انہوں نے مضر نہیں سمجھا۔

الغرض بخاری کی شان اور ان کی عادت پر نظر کرتے ہوئے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرح وجوب وتر کے قائل ہو گئے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کی نسبت تو بعض معاندین اور متعصبین یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ

== (و لم يعترض البخارى لحكمه بترجمة عن أبواب التهجد و التطوع يقضى أنه غير ملحق بها عنده و لو لا أنه أورد الحديث الذى فيه إيقاعه على الدابة إلا المكتوبة لكان فى ذلك إشارة إلٰى أنه يقول بوجوبه، الخ. (فتح البارى، باب ماجاء فى الوتر: ٦١٦/٢، مطبوعة دار السلام رياض، انيس)

ان کو صحیح روایات کا ذخیرہ نہیں پہنچا، امام بخاریؒ کی نسبت کیا کہو گے، جو امیر المومنین فی الحدیث ہیں کہ وہ بھی وجوب کے قائل ہو گئے ہیں۔

اب اس قدر فہرست شمار کرنے کے بعد ہمارے مجیب مجتہد کو یہ حق نہیں رہا کہ وہ سبل السلام کی عبارت " **ذهب الجمهور إلٰى أنه ليس بواجب**" ہمارے سامنے پیش کر کے یہ دعویٰ کریں کہ ابوحنیفہؒ اس مسئلہ میں منفرد ہیں۔

صاحب سبل السلام اگر واقعی ہمارے مجیب صاحب کے ہم خیال ہیں تو ان کی یہ عبارت بلاشبہ مقام تحقیق میں نظرانداز کرنے کے قابل ہوگی اور گر ایسا نہیں بلکہ صاحب سبل السلام کی نفی واجب سے نفی فرضیت مراد ہے اور ہمارے مجیب صاحب کو ظاہری الفاظ سے دھوکہ لگا ہے، تب حنفیہ کے مقابلہ میں یہ عبارت ہرگز پیش کئے جانے کے قابل نہیں، حنفیہ کب فرضیت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

وجوب وتر کے دلائل متعدد ہیں، عمدۃ القاریؔ میں شیخ بدرالدین عینیؒ نے سب کو بالاستیعاب بیان کیا ہے، آپ کے اطمینان خاطر کے لئے مختصر طور پر زیادہ نہیں دو چار یہاں بھی ذکر کئے دیتا ہوں۔

"**عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنهما عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وترًا"**. (رواه مسلم)(۱)

"**وعنه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"بادروا الصبح بالوتر"**. (رواه مسلم)(۲)

"**وعن أبی سعيد الخدری رضی اللّٰه عنه أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:"أوتروا قبل أن تصبحوا"**. (رواه مسلم والترمذی وابن ماجة)(۳)

---

(۱) مشكوٰة، باب الوتر، ص: ۱۱۱

عن عبد اللّٰه بن عمر رضی اللّٰه عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال اجعلوا آخر صلاتكم بالليل وتراً". {رواه البخاری}(آثار السنن، رقم الحديث: ۵۷۹، باب ما استدل به علٰی وجوب صلاة الوتر، ص: ۱۵۵، مطبوعة ديوبند، انيس

(۲) مشكوٰة، باب الوتر، ص: ۱۱۱

الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فی الليل وإن الوتر ركعة وإن الركعة صلاة صحيحة: ۲۵۷/۱، انيس

عن ابن عمر مرفوعاً: بادروا الصبح بالوتر. (نصب الراية: ۱۱۲، انيس)

عن ابن عمر أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال: بادروا بالصبح بالوتر. (رواه مسلم)(آثار السنن، رقم الحديث: ۵۸۰، ص: ۱۵٦)

(۳) صحيح لمسلم، باب صلاة الليل مثنی مثنی، رقم الحديث: ۷۵٤/سنن الترمذی، باب ماجاء فی مبادرة الصبح بالوتر، رقم الحديث: ٤٦۸/سنن ابن ماجة، باب من نام عن وتر أو نسيه، رقم الحديث: ۱۱۸۹/فيض القدير: ٦۹/۳/ نصب الراية: ۱۱۲/۲/آثار السنن، رقم الحديث: ۵۸۱، ص: ۱۵٦، انيس)

یہ تین روایتیں ہیں، جن میں وتر کی تعلیم بصیغۂ امر مذکور ہے اوراگر چہ بنابر مذہب اہل تحقیق امر ہمیشہ وجوب کے لیے نہیں ہوتا؛ لیکن یہاں امر بالضرور وجوب کے لیے ماننا پڑے گا، اس پر منجملہ قرائن متعددہ کے سب سے بڑا اور بہتر قرینہ یہ ہے کہ وتر دراصل وہ نماز ہے، جو سورۂ مزمل کے نازل ہونے کے وقت فرض کی گئی تھی اور طبقات ابن سعد کی روایت ’’**لقد أمدکم اللّٰہ اللیلة بصلاة**‘‘ {**الحدیث**} (طبقات ابن سعد: ۱۸۹/۴، ترجمہ خارجۃ بن حذافۃ)(۱) سے {**واللّٰہ سبحانه وتعالٰی أعلم**} ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز پہلے سے شفعاً شفعاً فرض تھی، ایتار بعد کو فرض کیا گیا، **ذکرہ الخطابی فی معالمه.**

غرض کہ اس میں شک نہیں کہ یہ نماز ایک وقت میں یقیناً فرض تھی، اب دیکھنا یہ ہے کہ بعد کو اس نماز کا وجوب ولزوم منسوخ ہوا ہے، یا تطویل قرأت۔

سو ﴿**فاقرء وا ما تیسر من القرآن**﴾ نے تطویل قرأت منسوخ ہوگئی ہے، اس کا وجوب ولزوم منسوخ نہیں ہوا، بدستور باقی ہے، چناں چہ وجوب اور لزوم کے نسخ پر کوئی دلیل صریح موجود نہیں ہے، ہاں نسخ فرضیت محتمل ہے، لہذا ان تمام وجوہ کی رعایت کرتے ہوئے حنفیہ فرضیت کا دعویٰ نہیں کرتے، وجوب اور لزوم کے مدعی ہیں، حتی ہماری اس تقریر سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ وتر کا وجوب سورۂ مزمل کے وقت نزول سے اب تک چلا آ رہا ہے، منسوخ نہیں ہوا اور کیوں کر کوئی نسخ کا دعویٰ کر سکتا ہے، جب کہ نسخ وجوب پر کوئی دلیل موجود نہیں، آپ کے پاس اگر کوئی دلیل ہو تو بسم اللہ، ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، پیش کیجئے۔

ہاں! شرط یہ ہے کہ انصاف ملحوظ رہے اور اگر ان تمام روایات کے پیش کرنے سے آپ کی تسکین نہ ہو سکی اور یہ معنوی نظر کہ امر وجوب کے لیے ہے، ہمارے مجیب مجتہد کے سمجھ میں نہ آئے تو اور سنئے۔ ابوداؤد میں ہے:

’’عن عبد اللّٰہ بن بریدة عن أبیه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول: ’’الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا‘‘. (۲)

قال العینی: وهٰذا حدیث صحیح وفیه أبو المنیب وثقه ابن معین وقال ابن أبی حاتم: هو صالح الحدیث وقال: یحول‘‘. (۳)

---

(۱) عن خارجة بن حذافة العدوی قال: خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لصلة الغداة فقال: لقد أمدکم اللّٰہ اللیلة بصلاة لهی خیر لکم من حمر النعم، قلنا: وماهی یا رسول اللّٰہ! قال: الوتر فیما بین صلاة العشاء إلی طلوع الفجر. (الطبقات الکبریٰ، عبداللّٰہ بن حذافة: ۱۴۳/٤، دارالکتب العلمیة بیروت، انیس)

(۲) مشکٰوة، باب الوتر، الفصل الثانی، ص: ۱۱۳/ إعلاء السنن: ۳/٦، رقم الحدیث: ۱٦۳۱/ آثارالسنن، رقم الحدیث: ۵۸۳، ص: ۱۵٦، مطبوعة دیوبند، انیس)

(۳) عمدة القاری، أبواب الوتر: ۴۱۲/۳، ظفیر

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کو سنتوں کی طرح نہیں رکھا؛ بلکہ تارک کے حق میں وعید شدید فرما کر مادون الفرائض اور مافوق السنن اس کے لیے رتبہ مقرر فرمایا، و **ليس هذا إلا الوجوب**، امام ابوحنیفہؒ اسی کو واجب کہتے ہیں۔ فرض اور واجب میں امام صاحبؒ کے یہاں بین فرق ہے، کمافی البحر۔

وذكر في البدائع حكاية هي أن يوسف بن خالد السمي كان من أعيان فقهاء البصرة، فسأل أباحنيفة عنه، فقال: إنه واجب، فقال له: كفرت ياأباحنيفة ظنا منه أنه يقول: إنه فريضة، فقال أبوحنيفة: أيهولني إكفارك إياي وأنا أعرف الفرق بين الفرض والواجب كفرق مابين السماء والأرض ثم بين له الفرق بينهما فاعتذر إليه وجلس عنده للتعلم، آه.(۱)

باقی عمرو بن سعد اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی روایت: "**إن الله زادكم صلاة وهي خير لكم من حمر النعم**". (الحديث)(۲) سے بھی وجوب پر استدلال کیا گیا ہے اور طریق استدلال یہ ہے کہ ان روایتوں میں مشروعیت وتر کی نسبت خدا تعالیٰ کی جانب کی گئی ہے، نیز چونکہ مزید علیہ کی جنس سے زیادتی ہونی چاہئے اور ظاہر ہے کہ فرائض کی جنس سے واجب ہے؛ اس لیے ان روایتوں سے وجوب کی طرف اشارہ سمجھا گیا ہے، چناں چہ تعیین اور تحدید اوقات بھی اس روایت میں اس پر دلالت کرتی ہے کہ وتر واجب ہیں۔

یہاں پہنچ کر شاید کسی کو بار بار یہ خیال ستائے کہ اگر ان روایات سے وجوب ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ سنت فجر کو بھی واجب کہہ دیا جائے؛ کیوں کہ سنت فجر کے متعلق بھی انہیں الفاظ کے ساتھ اس قسم کی روایت مروی ہے، حالاں کہ اس کے وجوب کا قائل کوئی نہیں۔

بے شک شبہ کے درجہ میں اگر کوئی بات جاندار ہے تو یہ ہے؛ لیکن بایں ہمہ ابوحنیفہؒ کی وسعت نظر دیکھئے کہ امام موصوف نے جب یہ دیکھا کہ سنت فجر اور وتر میں بالنسبت سائر سنن اور نوافل کے اگر چہ الفاظ زوردار استعمال کئے گئے ہیں؛ مگر باوجود اس کے تعامل میں وتر کا سنت فجر سے زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔

صحابہ میں سے کسی سے سفر وحضر میں احیاناً بھی ترک وتر ثابت نہیں، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باوجود مواظبت کے ترک وتر ثابت ہونا مشکل ہے اور جس درجہ آپ نے تارک وتر کے بارے میں وعید شدید فرمائی ہے،

---

(۱) البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۳۸/۲، ظفیر

(۲) عن عمرو بن العاص وعقبة بن عامر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله عزوجل زادكم صلاة هي لكم خير من حمر النعم، الوتر، وهي لكم فيما بين صلاة العشاء إلى طلوع الفجر. {رواه الطبراني في معجمه} (نصب الرأية: ۱۰۹/۲/ سنن أبي داؤد، باب استحبات الوتر: ۲۰۱/۱/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء في الوتر، ص: ۸۳/ سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل الوتر: ۱۰۳/۱/ سنن دارقطني، باب فضيلة الوتر: ۲۱/۲، انيس)

تارک سنت فجر کے بارے میں نہیں فرمائی، اس بنا پر امام الائمہ نے دونوں میں یہ فرق کیا کہ وتر کو واجب اور سنت فجر کو سنت مؤکدہ قرار دیا۔

وجوب وتر کے دلائل اور بھی ہیں؛ مگر اس وقت اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہوئے مجیب صاحب کی خدمت میں باادب عرض کرتا ہوں کہ:

حضرت! بلاشبہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ "**الوتر واجب علٰی کل مسلم**" سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں، یہ اصطلاح امر مستحدث ہے، حدیث میں کاہے کو ہونے لگی، یہ سب کچھ سہی؛ مگر حضرت یہ تو فرمائیے کہ "**لیس الوتر بحتم کهيئة المكتوبة ولكن سنة سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم**". {رواه الترمذی}(۱) سے وجوب کی نفی اور سنیت وتر پر کیسے استدلال قائم ہوسکتا ہے، یہاں آپ نے کس طرح پہچانا کہ سنت سے خاص سنت اصطلاحی مراد ہے، جو واجب سے مغایر اور اس سے نیچے کا مرتبہ ہے، یہاں یہ کیوں نہیں کہتے کہ سنت سے طریقۂ مرضیہ مراد ہے، جو واجب اور سنت سب کو شامل ہے، چناں چہ سیاق اور سباق روایت بھی اسی امر کی تائید کرتا ہے، اس میں اس وجوب کی نفی ہے، جو فرض کی طرح ہو، مطلق وجوب کی نفی نہیں، ہمیں دکھلایا جائے کہ اس کے کون سے لفظ سے وجوب کی نفی ہوتی ہے، یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ حدیث میں فرضیت وتر کی نفی کی گئی ہے؛ لیکن یہ کہ سنت سے خاص سنت اصطلاحی مراد ہے، جو کہ واجب کو شامل نہیں اور حدیث سے وجوب کی نفی ہوتی ہے، یہ کیوں کر اور کس قاعدہ سے آپ نے سمجھا، معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مجیب مجتہد اپنی قرار داد قاعدہ (حدیث میں الفاظ اصطلاحی مراد لینا باطل ہے اصطلاح امر مستحدث ہے) سے یہاں پہنچ کر ضرور غفلت ہوئی؛ اس لیے مصداق ہوئے: "**حفظت شيئًا وغابت عنك أشياء**" اور اگر ہمارے مجیب صاحب یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں الفاظ اصطلاحی ہونا ضروری تو نہیں؛ مگر یہاں سیاق وسباق روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنیت سنیت اصطلاحی مراد ہے، عام نہیں جو واجب کو بھی شامل ہے۔

جناب والا! اولاً تو یہ سیاق وسباق سے نکلتا نہیں؛ بلکہ برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ وجوب اصطلاحی کی نفی مقصود نہیں ہے اور اگر ایسا ہی ہے جیسا آپ فرماتے ہیں تو میں بھی کہتا ہوں کہ "**الوتر واجب**" میں وجوب اصطلاحی مراد ہے، یہاں واجب سے مسنون مراد نہیں، مانتا ہوں کہ "**الإيجاب قد يطلق على المسنون تأكيدًا**"؛ مگر یہ کیا ضروری ہے کہ

(۱) سنن الترمذی، باب ماجاء أن الوتر ليس بحتم: ٦٠/١، "ليس الوتر بحتم" نہیں ہے؛ بلکہ "الوتر ليس بحتم" ہے۔ ظفیر

عن عاصم عن علي قال: الوتر ليس بحتم ولكنه سنة سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم. (مصنف ابن أبي شيبة، باب من قال الوتر سنة: ٥٠١/٤، رقم الحديث: ٦٩٢٧)

عن علي قال: الوتر ليس بحتم كهيئة الصلاة المكتوبة، ولكن سنة سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم. (سنن الترمذی، باب ماجاء أن الوتر ليس بحتم: ١٠٣/١، ط: ديوبند، انيس)

یہاں بھی واجب سے مسنون مراد ہو،اس کی آپ دلیل پیش کیجئے،ورنہ میں کہتا ہوں اگر آپ کا ویسا ہی سیاق وسباق ہے تو یہاں پر بھی سمجھئے کہ حدیث میں "من لم یوتر فلیس منا". (رواہ أحمد) (۱)اس کو مقتضی ہے کہ "الوتر واجب" میں واجب سے مسنون مراد نہیں ہے؛ بلکہ وہی مراد ہے،جس کے ابوحنیفہؒ قائل ہوئے ہیں؛ کیوں کہ عرفاً وجوب بمعنی لزوم مستعمل ہوتا ہے،نیز یہ وعید شدید جو امام محمدؒ کی روایت میں ہے ترک واجب ہی پر ہوسکتی ہے۔

غرضیکہ یہ حدیث "لیس الوتر بحتم کھیئة المکتوبة" (الحدیث) سنیت وتر کے استدلال میں کسی طرح پیش کئے جانے کے لائق نہیں،رہی ابن ماجہ اور خازن کی روایت،سو ہمیں سخت تعجب ہے کہ آپ نے اپنے استدلال میں ایسی ضعیف روایتوں کو کیوں پیش کیا؟ جس میں سے خازن کی روایت تو ساقط الاسناد ہے اور ابن ماجہ کی روایت صحیح طور پر یوں ہے:"إن الوتر لیس بحتم کصلوٰتکم المکتوبة" (۲)اور یہ حنفیہ کے کسی طرح معارض نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ حنفیہ ایسے وجوب کا انکار کرتے ہیں،جو فرضیت کی طرح ہو۔

اور ابوداؤد کی وہ روایت،جس میں یہ ہے:

"إن رجلاً من بنی کنانة سمع رجلاً بالشام یدعی أبا محمد...:یقول إن الوتر واجب،قال المخدجی:فرحت إلیٰ عبادة بن الصامت فأخبرته فقال عبادة: کذب أبو محمد،سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول:"خمس صلوات کتبھن اللّٰه علی العباد"انتھیٰ مختصرًا.(۳)

---

(۱) مشکوٰة،عن أبی داؤد،باب الوتر،ص:۱۱۳،ظفیر(سنن أبی داؤد،باب فی من لم یوتر:۱/۲۰۱،انیس)

عن بریدة رضی اللّٰه عنه قال:سمعت رسول صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا، الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا،الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا. {رواه أبوداؤد وإسناده حسن}(آثار السنن،باب ما استدل به علیٰ وجوب صلاة الوتر،ص:۱۵٦،رقم الحدیث:۵۸۳،انیس)

(۲) یہ حدیث ترمذی میں انہیں الفاظ کے ساتھ حضرت علیؓ سے مروی ہے،دیکھئے: سنن الترمذی،باب ماجاء أن الوتر لیس بحتم:۱/۱۰٦؛لیکن ابن ماجہ میں اُن الفاظ کے ساتھ ہے،جو مجیب اول نے نقل کیا ہے،دیکھئے:سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی الوتر:۱/۸۳،ظفیر)

عن علی قال: الوتر لیس بحتم کھیئة الصلاة المکتوبة ولکن سنة سنھا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم. (سنن الترمذی،باب ماجاء أن الوتر لیس بحتم:۱/۱۰۳،انیس)

عن عاصم بن ضمرة السلونی قال:قال علی بن أبی طالب إن الوتر لیس بحتم ولا کصلاتکم المکتوبة ولکن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أوتر ثم قال یا أهل القرآن أوتروا فإن اللّٰه وتر یحب الوتر .(سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی الوتر :۱/۸۳،انیس)

عن عاصم بن ضمرة قال:قال علی:الوتر لیس بحتم کالصلاة المکتوبة.(مصنف ابن أبی شیبة، باب من قال الوتر سنة:۴/۴۹۸،رقم الحدیث:٦۹۱۹،انیس)

(۳) عن ابن محیریز أن رجلاً من بنی کنانة یدعیٰ المخدجی، سمع رجلاً بالشام یدعیٰ أبامحمد یقول: ==

اس میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرضیت کی نفی کی ہے، واجب اصطلاحی کی نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے عہد میں واجب کا اطلاق فرض پر کیا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ یوسف بن خالد سمسی نے محض واجب کہنے پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کافر کہہ دیا، جب حضرت امام ابوحنیفہؒ نے واجب کی حقیقت ان کے سامنے منکشف فرمائی، واجب اور فرض میں فرق دکھلایا، تب انہوں نے معذرت کی اور تعلیم کی غرض سے بیٹھ گئے، ٹھیک اسی طرح سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابومحمدؒ کے واجب کہنے سے یہ سمجھے کہ ابومحمد فرضیت وتر کا قائل ہوگیا ہے، چناں چہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ ابومحمد نے جھوٹ بولا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کل پانچ نمازیں فرض ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا ہے (چھٹی کوئی نماز نہیں)۔

یہ تھی اصل حقیقت، ہمارے مجیب صاحب اپنی خوش فہمی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت عبادہؓ وجوب اصطلاحی کی نفی فرمارہے ہیں، جزو ثانی کو نہیں دیکھا کہ اس سے واجب بمعنی فرض کی نفی مقصود ہے، مطلقاً واجب کی نفی نہیں۔

اس روایت اور موطا مالکؒ کی اس روایت سے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا وتر واجب ہیں تو انہوں نے فرمایا: ''أوتر النبی والمسلمون''. (۱) صاف یہ نہ فرمایا کہ واجب ہیں، یا واجب نہیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ کے قلوب میں یہ بات راسخ تھی کہ وتر اگر چہ فرض نہیں ہیں، سنت بھی نہیں ہیں؛ کیوں کہ سنت سے اس میں زیادہ تاکید آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ''أوتر النبی والمسلمون'' جواب میں فرمایا، یہ نہ فرمایا کہ مسنون ہیں۔ مسنون کہنے سے رک گئے، حضرت امام ابوحنیفہؒ اس منشا کو خوب سمجھے، وجوب کے قائل ہوگئے، نہ وتر کو سنت قرار دیا، نہ فرض۔

وذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم

(۲) اس جزو میں حنفیہ کے دو مسئلے ہیں:

(۱) وتر تین رکعت ہیں، ایک رکعت ہرگز ہرگز وتر نہیں ہوسکتی۔

== إن الوتر واجب، قال المخدجی: فرحت إلٰی عبادة بن الصامت فأخبرته، فقال عبادة: کذب أبو محمد، سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم یقول: خمس صلوات کتبهن اللّٰہ علی العباد فمن جاء بهن لم یضع منهن شیئاً استخفافاً بحقهن کان له عنداللّٰہ عهدا أن یدخله الجنة ومن لم یأت بهن فلیس له عنداللّٰہ عهد إن شاء عذبه وإن شاء أدخله الجنة. (سنن أبی داؤد، باب فی من لم یوتر: ۱/ ۲۰۱، رقم الحدیث: ۱۴۲۰، انیس)

(۱) مشکوة، باب الوتر، ص: ۱۱۳، الفاظ یہ ہیں: '' أوتر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأوتر المسلمون.

عن مسلم مولٰی لعبد القیس قال: قال رجل لابن عمر: أرأیت الوتر سنة هو قال: فقال: ماسنة أوتر رسول اللّٰہ صلی علیه وسلم وأوتر المسلمون، قال: لا، أسنة هو؟ فقال له: أتعقل، أوتر رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وأوتر المسلمون. (مصنف ابن أبی شیبة، باب من قال الوتر سنة: ۴/ ۴۹۸، رقم الحدیث: ۶۹۲۱، انیس)

(۲) اور یہ تین رکعت وتر دوقعدوں اور ایک سلام سے ہیں، دوسلام، یا ایک قعدہ سے نہیں ہیں۔

یہ دومسئلہ ہیں، جن کا مجیب مجتہد حنفیہ پرالزام رکھتے ہوئے انکارکرتے ہیں، حالاں کہ اقرب الی الروایات بلا شبہ حنفیہ کا مذہب ہے، اس میں شک نہیں کہ بعض روایات ایسی بھی ہیں، جن سے بادی النظر میں وتر کا ایک رکعت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت: "**أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "الوتر ركعة من اٰخر الليل**". (رواه النسائی)(۱)

اورابوایوب انصاریؓ کی روایت: "**الوتر حق علٰى كل مسلم فمن أحب أن يوتر بخمس فليفعل ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفعل ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل**". (۲)

اورابن ماجہ کی روایت: "**سئل ابن عمر رجل فقال: "كيف أوتر؟ قال: "أوتر بواحدة، قال أخشى أن يقول الناس البتيراء، فقال: سنة الله ورسوله يريد هٰذه سنة الله ورسوله**". (۳)

یہ تین روایتیں ہیں، جن کو مجیب صاحب نے وتر کی کم ازکم ایک رکعت ہونے کے استدلال میں پیش کیا ہے اوردعویٰ کیا ہے کہ وتر کی ایک رکعت بھی ہوسکتے ہیں، حالاں کہ ان میں سے ابوایوب انصاریؓ کی روایت تو موقوف ہے، **كما صرح به الحافظ في التلخيص وصحح أبو حاتم والزيلعي والدارقطني في العلل والبيهقي وغير واحد وهو الصواب.**

غرض کہ اس حدیث کا رفع معلول ہے، موقوف ہونا صواب ہے۔ رہی ابن ماجہ اورنسائی کی روایت، ان کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ ایک رکعت بلا تقدیم شفعہ کے وتر ہے؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صلوٰۃ لیل اور تہجد پڑھتا ہو،

(۱) مشكوة عن مسلم، باب الوتر، ص: ۱۱۱

عن ابن عمر رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الوتر ركعة من آخر الليل. (سنن النسائی، باب كم الوتر: ۲٤۷/۱، رقم الحديث: ۱٦۸۹/الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل مثنى مثنى والوتر ركعة من آخر الليل، رقم الحديث: ۷٥۲، انیس)

(۲) مشكوة، باب الوتر، فصل ثانی: ص۱۱۲، ظفیر)

عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: الوتر حق واجب علٰى كل مسلم فمن أحب أن يوتر بخمس فليفعل ومن أحب أن يوتر بثلاث فليفعل ومن أحب أن يوتر بواحدة فليفعل. {رواه الأربعة وآخرون}(آثار السنن، ص: ۱٦۰، رقم الحديث: ٥۹۹/سنن أبي داؤد، باب كم الوتر: ۲۰۱/۱، انیس)

(۳) سنن ابن ماجة، باب ماجاء في الوتر بركعة: ۸۳/۱، ظفير (حدثنا المطلب بن عبدالله قال: سأل ابن عمر رجل فقال: كيف أوتر؟ قال: أوتر بواحدة، قال: أخشٰى أن يقول الناس البتيراء، فقال: سنة الله ورسوله يريد هٰذه سنة الله ورسوله. (سنن ابن ماجة، باب ماجاء في الوتر بركعة، رقم الحديث: ۱۱۷٦، انیس)

اس کے حق میں وتر اخیر کی رکعت ہے؛ کیوں کہ اس ایک رکعت کے ملانے سے اس کا آخری شفعہ وتر بن گیا، یہ نہیں ہوا کہ صرف ایک رکعت وتر بن گئی، چناں چہ اس مقصد کی تائید ابن عمرؓ کی دوسری روایت سے جو بخاری میں ہے:

"قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم:" فإذا خشی أحدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلّٰی". انتھٰی مختصرًا. (۱) سے ہوتی ہے اور خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہ مذہب نہ تھا کہ صرف ایک رکعت وتر ہے؛ بلکہ ان کے نزدیک تین رکعت وتر کو مفصولاً بدوقعدہ وبدوسلام پڑھنا جائز تھا، چناں چہ طحاویؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ وتر تین رکعت پڑھا کرتے تھے، ان روایتوں کا تو یہ حال تھا۔

باقی بکثرت روایات صحیحہ ایسی ہیں، جن سے وتر کا تین ہی رکعت ہونا ثابت ہے۔

وفی الطحاوی روایات کثیرة تدل علٰی أن إجماع المسلمین علٰی أن الوتر ثلٰث.

اور تراویح عہد عمرؓ سے یہی ثابت ہوتا ہے، آپ کے اطمینان کے لیے ایسی روایتیں ذکر کرتا ہوں، جن سے بالتصریح وتر کا تین رکعت ہونا معلوم ہوتا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:

عن أبی سلمة بن عبدالرحمن أخبره أنه سئل عائشة کیف کانت صلوٰة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی رمضان؟فقالت:ماکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یزید فی رمضان ولافی غیره علٰی إحدٰی عشرة رکعة یصلی أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی أربعاً فلا تسئل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلاثاً،قالت عائشة:فقلت یارسول اللّٰہ!أتنام قبل أن توتر؟ فقال: یاعائشة! إن عینی تنامان ولاینام قلبی. (۲)

اور صحیح مسلم میں ہے:

عن ابن عباس أنه رقد عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فاستیقظ فتسوک وتوضأ

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما أن رجلاً سأل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال:صلی اللّٰہ علیه وسلم صلاة اللیل مثنٰی مثنٰی فإذا خشی أحدکم الصبح صلی رکعة واحدة توتر له ما قد صلٰی.{رواه الجماعة}(آثار السنن،باب الوتر برکعة،ص:۱۵۹،رقم الحدیث:۵۹۵،انیس)

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما أن رجلاًسأل النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن صلاة اللیل فقال رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم: صلاة اللیل مثنٰی مثنٰی فإذا خشی أحدکم الصبح صلٰی رکعة واحدة توتر له ما قد صلٰی.(صحیح البخاری،باب ما جاء فی الوتر:۱/ ۱۳۵،انیس)

(۲) صحیح البخاری،باب قیام النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم باللیل فی رمضان وغیره:۱/۱۵۴(هٰکذا فی الصحیح لمسلم،باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فی اللیل:۱/ ۲۵۴/وبلفظه فی آثار السنن، باب الوتر بثلاث رکعات،ص:۱۶۲،رقم الحدیث۶۰۷،ط:دیوبند،انیس

وهـو يـقـول:" إن فـى خـلـق السمٰوات والأرض واختلاف الليل والنهار لأيات لأولى الألباب...حتٰى ختم السورة ثم قام فصلى ركعتين فأطال فيهما القيام والركوع و السجود ثم انصرف فنام حتى نفخ ثم فعل ذلك ثلٰث مرات ست ركعات كل ذلك يستاك ويتوضأويقرأ هؤلاء الأيات ثم أوتربثلاث.(۱)

اور ابوداؤد کے سوا سنن کی تمام کتابوں میں ہے:

عن سعيد بن جبير عن ابن عباس أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يوتربسبح اسم ربك الأعلٰى وقل يا أيها الكافرون و قل هو اللّٰه أحد.{إسناده حسن}(۲)

اور ترمذی کے سوا سنن کی تمام کتابوں میں ہے:

وعن أبى بن كعب قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوتربسبح اسم ربك الأعلٰى وقل يا أيها الكافرون وقل هو اللّٰه أحد.{إسناده صحيح}(۳)

وعن عبدالرحمن بن أبزٰى أنه صلى مع النبى صلى اللّٰه عليه وسلم الوترفقرأ فى الأولٰى بسبح اسم ربك الأعلٰى وفى الثانية قل يا أيها الكافرون وفى الثالثة قل هو اللّٰه أحد فلما فرغ قال سبحان الملك القدوس ثلٰثاً يمد صوته بالثالثة. {رواه الطحاوى وأحمد والنسائى وإسناده حسن،كما صرح به الحافظ فى التلخيص}(۴)

---

(۱) الصحيح لمسلم،باب صلاة النبى صلى اللّٰه عليه وسلم ودعائه بالليل: ۲۶۱/۱/مشكٰوة،باب صلاة الليل ، ص:۱۰۶/ وبلفظه فى آثار السنن،باب الوتربثلاث ركعات،ص:۱۶۲،رقم الحديث:۶۰۸،ط:ديوبند،انيس)

(۲) عمدة القارى،أبواب الوتر :۴۰۵/۳،ظفير)(سنن النسائى،باب ذكر الاختلاف علٰى أبى إسحاق فى حديث سعيد بن جبير عن ابن عباس فى الوتر: ۲۴۹/۱،انيس)

عن سعيد بن جبيرعن ابن عباس رضى اللّٰه عنهما أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يوتربسبح اسم ربك الأعلٰى وقل يا أيها الكافرون وقل هو اللّٰه أحد. {رواه الخمسة إلا أباداؤد،إسناده حسن}(آثار السنن،ص:۱۶۲، رقم الحديث:۶۰۹،ط:ديوبند،انيس

(۳) عمدة القارى،أبواب الوتر:۴۰۵/۳/وبلفظه فى آثارالسنن،باب الوتربثلاث ركعات،ص:۱۶۲،رقم الحديث: ۶۱۰،ط:ديوبند/سنن النسائى،باب ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر أبى كعب فى الوتر: ۲۴۸/۱/سنن أبى داؤد،باب ما يقرأ فى الوتر: ۲۰۱/۱،انيس)

(۴) سنن النسائى ،كيف الوتربثلٰث: ۲۴۸/۱/ونصب الرأية: ۱۱۹/۲،ظفير/وبلفظه فى آثارالسنن، باب الوتربثلاث ركعات،ص:۱۶۳،رقم الحديث:۶۱۲،ط:ديوبند،انيس

عن عبد الرحمن بن أبزٰى عن أبيه:أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يوتر بسبح اسم ربك الأعلٰى وقل ياأيها الكافرون وقل هو اللّٰه أحد ويقول فى آخر صلاته إذا جلس سبحان الملك القدوس ثلاثاً يمد بها صوته فى الآخرة.(مصنف ابن أبى شيبة،باب فى الوتر ما يقرأفيه: ۵۱/۴،رقم الحديث:۶۹۴۴،انيس) ==

ان روایات کے علاوہ اور بھی کثرت سے روایتیں ہیں، جن کو بخوف تطویل ترک کرتا ہوں اگر ضرورت سمجھی گئی تو آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ ذکر کروں گا۔

کے بعد میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان روایات صحیحہ کے برخلاف ابن ماجہ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت کو جو دراصل ان کا فتویٰ معلوم ہوتا ہے مرفوع روایت نہیں، معمول بہا بنانا اور جزماً یہ کہنا کہ ایک رکعت بھی وتر ہے، کیا یہ تعجب نہیں ہے۔ روایات صحیحہ کو چھوڑ کر ایک موقوف روایت کے باعث جو درحقیقت حضرت ابوایوب انصاریؓ کا فتویٰ ہے کوئی جری ناعاقبت اندیش ہی ایسا کہہ سکتا ہے کہ ایک رکعت بھی وتر ہے، مجتہد کوئی کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔

الحاصل وتر کے ایک رکعت نہ ہونے اور تین رکعت ہونے میں تو کچھ شبہ ہی نہیں، اگر گنجائش ہے تو اس میں ہے کہ یہ تین رکعت وتر دو قعدوں اور دو سلام سے ہیں، یا صرف ایک قعدہ اور ایک سلام سے۔

حنفیہ ان دونوں صورتوں کے سوا تیسری صورت اختیار کرتے ہیں، دو قعدوں اور ایک سلام سے وتر پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور یہ نہیں کہ محض تعصب سے ایسا کیا جا رہا ہے؛ بلکہ ہمارے پاس اس پر دلائل موجود ہیں۔

صحیح مسلم، صفحہ: ۲۵۶، میں ہے:

ولفظه مختصرًا: ويصلى تسع ركعات لايجلس فيها إلا في الثامنة فيذكر اللّٰه ويحمده ويدعوه ثم ينهض ولايسلم فيصلى التاسعة ثم يقعد فيذكر اللّٰه ويحمده و يدعوه ثم يسلم تسليماً يسمعنا. (الحديث)(۱)

شیخ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں: اگر چہ اس روایت سے یہ ایہام ہوتا ہے کہ نو رکعت دو قعدوں اور ایک سلام سے

== وعن عبدالرحمن بن أبزىٰ عن أبيه عن أبى بن كعب أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات كان يقرأ فى الأولىٰ بسبح اسم ربك الأعلىٰ وفى الثانية بقل يا أيها الكافرون وفى الثالثة بقل هو اللّٰه أحد ويقنت قبل الركوع فإذا فرغ قال عند فراغه سبحان الملك القدوس ثلث مرات يطيل فى آخرهن. سنن نسائى، باب كيف الوتر بثلاث، ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين لخبر أبى بن كعب فى الوتر: ۲۴۸/۱، انيس)

(۱) الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى اللّٰه عليه وسلم فى الليل وإن الوتر ركعة وإن الركعة صلاة صحيحة: ۲۵۶/۱، انيس

عن سعدبن هشام قال: انطلقت إلىٰ عائشة رضى اللّٰه عنها فقلت: يا أم المؤمنين أنبئنى عن وتر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم؟ فقالت: كنا نعدله سواكه وطهوره فيبعثه اللّٰه ما شاء أن يبعثه من الليل فيتسوك ويتوضأ ويصلى تسع ركعات لايجلس فيها إلا فى الثامنة فيذكر اللّٰه ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليماً ...لم يصلى ركعتين بعد ما سلم وهو قاعد فتلك إحدىٰ عشرة ركعة يا بنى فلماأمن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وأخذه ...أوتر بسبع وضع فى الركعتين مثل صيغه الأول فتلك تسع يابنى. {رواه مسلم}(آثارالسنن، باب الوتر بخمس أو أكثر من ذلك، ص: ۱۵۸، رقم الحديث: ۵۹۰، انيس)

پڑھی گئی، شروع کی سات رکعت میں آپ نے کہیں قعدہ نہیں کیا؛ مگر درحقیقت یہ بات نہیں، حضرت عائشہؓ نے صلوٰۃ لیل کے قعدوں کا ذکر نہیں فرمایا؛ بلکہ وتر کے پہلے قعدے کا ذکر فرماتے ہوئے تین رکعت وتر کا بدو قعدہ اور ایک سلام ثبوت دیتی ہیں،(۱) اتنا فرما کر شیخ بدرالدین عینیؒ ساکت ہوگئے، اس کا ثبوت نہیں دیا کہ فی الواقع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی مطلب ہے کہ نبی علیہ السلام نے وتر کی دوسری رکعت میں جو مجموعۂ رکعات کے اعتبار سے آٹھویں ہوتی ہے، قعدہ کیا اور سلام نہ دینے پائے تھے کہ کھڑے ہوکر تیسری رکعت ملا کر قعدہ اخیرہ کے بعد سلام دیا، اس کی دلیل نسائی میں ہے، یہی روایت متناً وسنداً نسائی لائے ہیں:

حدثنا سعید عن قتادة عن زرارة بن أوفٰی عن سعد بن هشام أن عائشة حدثته أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان لایسلم فی رکعتی الوتر. (سنن النسائی، باب کیف الوتر بثلٰث: ۲۴۸/۱)(۲)

پس معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ کا مطمح نظر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے وقت دو رکعت پر قعدہ فرماتے تھے اور سلام تیسری رکعت پوری کرنے کے بعد دیتے تھے، یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور حنفیہ کی حجت ہے؛ لیکن حافظ مجدالدین ابوالبرکات ابن تیمیہؒ نے منتقٰی میں اسی روایت کے نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے اس کی تضعیف کی ہے؛ حالاں کہ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ روایت دو سندوں سے مروی ہے، امام موصوف جس سند کے ساتھ مسند احمد میں لائے ہیں، بلاشبہ وہ سند ضعیف ہے، امام احمدؒ نے حدیث کی تضعیف نہیں کی، سند کی کی ہے؛ کیوں کہ تخریج زیلعی میں جہر بالتسمیہ کے موقع میں خود امام احمدؒ سے رکعات وتر میں جواز وصل مروی ہے، پس لامحالہ امام احمدؒ نے مسند احمد کے طریق کی تضعیف کی ہے؛ کیوں کہ اس میں یزید بن یعفر ہے: **وهو ضعيف.**

غرض کہ سنن نسائی کی روایت میں کوئی کلام نہیں، وہ صحیح الاسناد ہے۔ مستدرک حاکم میں ایک روایت ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

"أن عائشة أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بثلاث لایقعد إلا فی اٰخرهن". (۳)

حافظؒ نے اور تقلیداً ہمارے مجیب صاحب نے اس روایت سے قعدۂ اولیٰ کی نفی کی ہے، حالاں کہ حافظ جمال الدین

---

(۱)　عمدة القاری، ابواب الوتر: ۴/۳ ۰ ۴، ظفیر

(۲)　عن سعد بن هشام أن عائشة رضی اللّٰه عنها حدثته أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان لایسلم فی رکعتی الوتر. {رواه النسائی وآخرون وإسناده صحیح} (آثار السنن، رقم الحدیث: ۶۱۳، ص: ۱۶۳، انیس)

(۳)　عمدة القاری، أبواب الوتر: ۴/۳ ۰ ۴، ظفیر

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بثلاث لایقعد إلا فی آخرهن وهٰذا وتر أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب وعنه أخذه أهل المدینة. {رواه الحاکم فی المستدرک وهو غیر محفوظ} (آثار السنن، باب من قال أن الوتر بثلاث إنما یصلی بتشهد واحد، ص: ۱۶۶، رقم الحدیث: ۶۲۶، ط: دیوبند، انیس)

زیلعیؒ نے تخریج میں تصریح کی ہے کہ مستدرک حاکم میں یہ روایت بایں الفاظ وارد ہے:

"یوتر بثلاث لایسلم إلا فی آخرهن". (۱)

زیلعی اپنی نقل میں ثقہ ہیں، مستدرک کے نسخہ میں یہ لفظ ضرور ہوں گے اور مسند احمد کی روایت ضعیف ہی سہی؛ مگر اس کے لفظ یہ ہیں: "یوتر بثلاث لایفصل بینهن". (۲)

اور نسائی میں ہے:

عن أبی بن کعب نحوه ولفظه یوتر بسبح اسم ربک الأعلٰی وقل یا أیهاالکافرون وقل هو اللّٰه أحد ولایسلم إلا فی اٰخرهن. (۳)

یہ روایتیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت: "أن عائشة أن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بثلاث لایقعد إلا فی آخرهن" (۴) کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور ایسا قعدہ جس میں سلام دیا جاوے، اخیر میں کرتے تھے۔ اب تم ہی انصاف سے کہو کہ اس سے قعدۂ اولیٰ کی نفی کس طرح نکلی۔

اس روایت کے سوا ایک اور روایت ہے:

کما فی الطحاوی، ص: ۱۷۲: عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه

(۱) عمدة القاری، أبواب الوتر: ۴۰۴/۳، ظفیر (المستدرک للحاکم، عن سعد بن هشام عن عائشة: ۴۴۷/۱، رقم الحدیث: ۱۱۴۰، دارالکتب العلمیة بیروت میں مذکورہ حدیث اسی طرح ہے۔ انیس)

(۲) عن عائشة رضی اللّٰه عنها أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان إذا صلی العشاء ودخل المنزل ثم صلی رکعتین ثم صلی بعدهما رکعتین أطول منهما ثم أوتر بثلاث لایفصل بینهن. {رواه احمد لإسناد یعتبر به} (آثار السنن، باب الوتر بثلاث رکعات، ص: ۱۶۳، رقم الحدیث: ۶۱۴، دیوبند، انیس)

(۳) عمدة القاری، أبواب الوتر: ۴۰۵/۳، ظفیر

عن أبی بن کعب رضی اللّٰه عنه قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بسبح اسم ربک الأعلٰی وقل یا أیها الکافرون وقل هو اللّٰه أحد ولایسلم إلا فی آخرهن ویقول بعد التسلیم سبحان الملک القدوس ثلاثاً. {رواه النسائی وإسناده حسن} (آثار السنن، باب الوتر بثلاث رکعات، ص: ۱۶۳، رقم الحدیث: ۶۱۱/سنن النسائی، باب کیف الوتر بثلاث: ۲۴۸/۱، انیس)

(۴) عمدة القاری، أبواب الوتر: ۴۰۴/۳، ظفیر

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوتر بثلاث لایقعد إلا فی آخرهن وهٰذا وتر أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب وعنه أخذه أهل المدینة. {رواه الحاکم فی المستدرک وهو غیر محفوظ} (آثار السنن، باب من قال أن الوتر بثلاث إنما یصلی بتشهد واحد، ص: ۱۶۶، رقم الحدیث: ۶۲۶، ط: دیوبند، انیس)

وسلم قال: "لاتوتروا بثلٰث وأوتروا بخمس أوبسبع أوبتسع ولاتشبهوا بصلاة المغرب". (۱)

حافظؒ اس روایت سے قعدۂ اولیٰ کی نفی پر استدلال کرتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ تین رکعت وتر ایسی طرح پڑھنے سے جس میں صلوٰۃ مغرب سے مشابہت ہوجائے، مثلاً دوقعدوں اور ایک سلام سے پڑھنے کی ممانعت کی گئی ہے، ایک قعدہ اور ایک سلام سے یہ مشابہت نہیں رہتی؛ اس لیے حدیث سے قعدۂ اولیٰ کی نفی اور قعدۂ ثانیہ کا ثبوت ہوتا ہے، ہمیں سخت تعجب ہے کہ قعدۂ اولیٰ کی نفی پر ایسا استدلال کیوں کیا گیا ہے، حدیث کے جملہ ثانیہ کو کیوں نہیں دیکھا، جس سے بالتصریح معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مجرد تین رکعت مت پڑھو، جس سے صلوٰۃ مغرب سے مشابہت ہوجائے؛ بلکہ پانچ، یا سات، یا نو رکعت پڑھا کرو اور وتر کے ساتھ شفع اس سے پہلے ملا لیا کرو؛ تاکہ صلوٰۃ مغرب سے مشابہت نہ رہے۔

ترمذی میں ہے:

"عن ثابت البناني قال: قال أنس: يا أبا محمد! خذ عني، فإني أخذت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الله ولن تأخذ عن أحد أوثق مني قال: ثم صلى بي العشاء ثم صلى ست ركعات يسلم بين الركعتين، ثم أوتر بثلاث، يسلم في آخرهن". {رواه الترمذي سنده وترك متنه. وهذا المتن بعينه بهٰذا اللفظ في كنزالعمال، المجلد الرابع، ص: ۱۹٦، في الأفعال لا في الأقوال وأحال على الروباني وابن عساكر وقال: رجاله ثقات}(۲)

یہ روایت بھی حنفیہ کی حجت ہے، اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ وتر تین رکعت ہیں اور یہ تین رکعت دوقعدوں اور ایک سلام سے پڑھی جاتی تھیں، روایت مرفوعہ اور بھی بہت ہیں جن سے تین رکعت ہونا وتر کا بدوقاعدہ اور ایک سلام معلوم ہوتا ہے، اس وقت اتنے ہی حصہ پر اکتفا کرتا ہوں اور آثار میں بکثرت ایسے ہیں، جن سے وتر کا تین رکعت بدوسلام ثابت ہوتا ہے اور ایسے بھی جن سے وتر کا تین رکعت ہونا بدوقعدہ ایک سلام معلوم ہوتا ہے۔ حنفیہ کے

(۱) شرح معاني الآثار، باب الوتر، رقم الحديث: ۱۷۳۸، انیس

عن أبي هريرة رضى الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لاتوتروا بثلاث أوتروا بخمس أو بسبع ولا تشبهوا لصلاة المغرب. {رواه الدارقطني والحاكم والبيهقي وقال الحافظ إسناده على شرط الشيخين} (آثار السنن، رقم الحديث: ۵۹۱، ص: ۱۵۸، ط: ديوبند، انیس)

(۲) عن ثابت عن أنس قال: قال أنس: ياأبامحمد، خذ مني فإني أخذت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الله ولن تأخذ أن أحد أوثق مني قال: ثم صلى بي العشاء ثم صلى ست ركعات يسلم بين الركعتين ثم أوتر بثلاث يسلم في آخرهن. {رواه الروياني وابن عساكر ورجاله ثقات} (إعلاء السنن، ٦/٤٩-٥٠، رقم الحديث: ۱٦۷۸ ط: ديوبند، انیس)

یہاں روایات مذکورہ بالا کی بنا پر ثانی رجح ہے اور ایک رکعت وتر ہونا سوائے سعد بن ابی وقاص ومعاویہ بن ابوسفیان اور ذوالنورین کے اور کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے، اگر حافظ اس کو جماعت قرار دیتے ہیں تو حافظ کا فرمانا: ''وصح عن جماعة من الصحابة أنهم أوتروا بواحدة من غير تقدم نفل قبلها'' درست ہے، تین پر جماعت کا اطلاق کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ حنفیہ کو مضر نہیں؛ کیوں کہ حنفیہ جس امر کے قائل ہیں، اس کی تائید میں جم غفیر صحابہ سے آثار مروی ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

'' حدثنا حفص بن عمرو عن الحسن أنه قال:أجمع المسلمون علٰى أن الوتر ثلٰثة لايسلم إلا في آخرهن. وفيه عمرو بن عبيد وهو معتزلي''. (۱)

عینی میں ہے:

''ولمن قال يوتر بثلٰث لايفصل بينهن عمر وعلي وابن مسعود و حذيفة وأبي بن كعب وابن عباس وأنس وأبو أمامة وعمر بن عبدالعزيز والفقهاء السبعة وأهل الكوفة وقال الترمذي:ذهب جماعة من الصحابة وغيرهم إليه''،اھ. (۲)

جب ترمذی کی تصریح سے صحابہؓ کا ایک عدد (۳) حنفیہ کے موافق معلوم ہوتا ہے تو اب حافظ کی تصریح سے ہمارے مجیب صاحب کو خوش نہ ہونا چاہیے، حافظ صاحب جس کو جماعت کہہ رہے ہیں، اس سے دس گنا حنفیہ کی طرف صحابہؓ کا عدد موافق ہے اور طرفہ یہ کہ اجلہ صحابہ حنفیہ کے موافق ہیں۔

''قيل للحسن أن ابن عمر كان يسلم في الركعتين الأوليين من الوتر،فقال: كان عمر أفقه منه وكان ينهض في الثانية بالتكبير''. (۴)

ان اشیا کی نگہداشت کے بعد کوئی متعصب معاند ہی کہہ سکتا ہے کہ ابوحنیفہؒ کا مذہب روایات کے خلاف ہے،

---

(۱) عمدة القاري،أبواب الوتر:۴۰۵/۳،ظفير

عن حفص عن عمرو عن الحسن قال:أجمع المسلمون علٰى أن الوتر بثلاث لايسلم إلافي آخرهن.{أخرجه ابن أبي شيبة}(إعلاء السنن:۵۰/۶،رقم الحديث:۱۶۷۹،انيس)

عن الحسن قال: أجمع المسلمون علٰى أن الوتر ثلاث لايسلم إلا في آخرهن .(مصنف ابن أبي شيبة،باب من كان يوتر بثلاث أو أكثر:۴۹۲/۴،رقم الحديث:۶۹۰۴،انيس)

(۲) عمدة القاري،أبواب الوتر:۳۵۴/۱۰،دارإحياء التراث العربي بيروت،انيس

(۳) مراد ایک بڑی جماعت ہے۔ظفیر

(۴) نصب الرأية،باب صلاة الوتر:۱۱۵/۲،مكتبة دارالكتب العلمية بيروت، انيس

غیر متعصب فہیم کبھی ایسا نہیں کہہ سکتا؛ بلکہ جتنی بھی تحقیق وتفتیش کی جائے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب اقرب الی الروایات معلوم ہوتا ہے۔

(۳) یہ جزو مجمل رکھا گیا ہے، تشریح طلب ہے، معلوم نہیں قنوت سے کیا مراد لیا ہے، اگر قنوت نازلہ ہے تو حنفیہ بھی کہتے ہیں کہ بعد الرکوع پڑھنا چاہئے اور اگر قنوت وتر مراد ہے تب یہ کہنا صحیح نہیں کہ بعد الرکوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر میں قنوت پڑھنا ثابت ہے، کیونکہ جن روایتوں میں قنوت بعد الرکوع پڑھنا ثابت ہوتا ہے ان کا صحیح محمل یہ ہے کہ وہ قنوت نازلہ کا حکم ہے۔

البحر الرائق (۱) میں ہے:

"وقنت فی ثالثة قبل الركوع أبدًا، لما أخرجه النسائی عن أبی بن كعب أنه عليه السلام كان يقنت قبل الركوع". (۲) وما فی حديث أنس أنه عليه السلام قنت بعد الركوع، (۳) فالمراد منه أن ذلک كان منه شهرًا فقط بدليل ما فی الصحيح عن عاصم الأحول سألت أنسًا عن القنوت فی الصلاة؟ قال: نعم، قلت: أكان قبل الركوع أو بعده؟ قال: قبله، قلت: فإن فلاناً أخبرنی عنک أنک قلت بعده؟ قال: كذب إنما قنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم بعد الركوع شهرًا. (۴)

پس معلوم ہوا کہ وتر میں قنوت قبل الرکوع پڑھنا چاہیے، باقی قنوت نازلہ اس میں قبل الرکوع اور بعد الرکوع دونوں طرح کے اقوال ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

"وهو صريح فی أن قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلوات الجهرية والسرية ... وهل القنوت هنا قبل الركوع أو بعده لم أره والذی يظهر لی ... أنه يقنت

(۱) البحر الرائق: ۲/ ۷۰-۷۱، دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۲) سنن نسائی، باب كيف الوتر بثلاث: ۱/ ۲٤۸، انيس

عن أبی بن كعب رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم كان يوتر فيقنت قبل الركوع. {رواه ابن ماجة و النسائی وإسناده صحيح} (آثار السنن، باب قنوت الوتر قبل الركوع، ص: ۱٦۸، رقم الحديث: ٦۳۰، انيس)

(۳) عن محمد بن سيرين قال سئل أنس بن مالک أقنت النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فی الصبح قال: نعم، فقيل: أو قنت قبل الركوع؟ قال: بعد الركوع يسيراً. (صحيح البخاری، باب القنوت قبل الركوع وبعده: ۱/ ۱۳٦، انيس)

عن عبد العزيز قال: سأل رجل أنسا رضی اللّٰه عنه عن القنوت بعد الركوع أو عند فراغه من القراءة قال: بل عند فراغ من القراءة. {رواه البخاری} (آثار السنن، باب قنوت الوتر قبل الركوع، ص: ۱٦۸ رقم الحديث: ٦۲۹، انيس)

(۴) صحيح البخاری، باب القنوت قبل الركوع وبعده: ۱/ ۱۳٦/ وبلفظه فی آثار السنن، باب قنوت الوتر قبل الركوع، ص: ۱٦۷، رقم الحديث: ٦۲۸، انيس

بعد الركوع لا قبله بدليل أن ما استدل به الشافعي علىٰ قنوت الفجر، وفيه التصريح بالقنوت بعد الركوع حمله علمائنا على القنوت للنازلة ثم رأيت الشرنبلالي في مراقي الفلاح صرح بأنه بعده واستظهر الحموي أنه قبله والأظهر ما قلناه والله أعلم". (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ قنوت نازلہ میں دو قول ہیں قبل الرکوع اور بعد الرکوع دونوں طرح پڑھنے کا مشائخ حنفیہ حکم لگاتے ہیں؛ مگر راجح یہ ہے کہ قنوت نازلہ بعد الرکوع پڑھی جائے۔ فقط

محمد مشیت اللہ الدیوبندی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۸/۴-۱۸۹)

وتر پڑھی؛ مگر نیت سنت کی کی تو کیا حکم ہے:

سوال: بعد تراویح جب وتر پڑھنے کھڑے ہوئے تو ایک شخص نے بھول کر سنت کی نیت کر کے وتر پڑھی؛ مگر دعاء قنوت کے وقت اس کو وتر کا خیال آیا، اس صورت میں وتر ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

اس کی وتر ہوگئی۔ (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۲/۴)

وتر کے لیے ایک رکعت کی نیت ہوگی، یا تین رکعت کی:

سوال: وتر کی ایک رکعت کی نیت کی جائے، یا تین کی؟

الجواب

شریعت میں تین وتر ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف ایک رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۳) واللہ اعلم (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:: ۱۵۹/۴-۱۶۰)

سنت عشا کی نیت سے وتر:

سوال: عشا کی دو رکعت سنت کی نیت کی؛ مگر روانی میں تین رکعت واجب الوتر ادا کر دی تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟ (سید فاطمہ، ناندیڑ)

---

(۱) رد المحتار: ۴۴۹/۲، دار الکتب العلمية، بيروت، انيس

(۲) ولاعبرة بنية متأخرة عنها على المذهب، وجوزه الكرخي أي الركوع وكفى مطلق نية الصلاة وإن لم يقل لله لنفل وسنة راتبة. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب شروط الصلوٰة، مطلب في النية: ۳۸۷/۱-۳۸۸، ظفير)

(۳) وهو أي الوتر ثلاث ركعات بتسليمة كالمغرب حتىٰ لو نسي القعود لا يعود ولو عاد ينبغي الفساد. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۲۲/۱، ظفير)

الجواب

جب سلام پھیرنے کے بعد اس صورت حال پر متنبہ ہوا اور سجدۂ سہو نہیں کرسکا تو عشا کی سنت ادا نہ ہوئی اور نیت نہ ہونے کی وجہ سے وتر بھی ادا نہ ہوئی، دوبارہ سنتِ عشا اور وتر کی نماز ادا کرنی چاہیے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۳۴۲/۲)

وتر کی نماز میں مخصوص سورتوں کی تعیین کا حکم:

سوال (۱) نماز وتر میں سورۂ قدر و کافرون و اخلاص واسطے مرض بواسیر کے مجرب بتلاتے ہیں، اگر اس کو التزام کے ساتھ پڑھا جاوے تو کوئی قباحت تو نہیں؟

(۲) دانتوں کی پائیداری کے واسطے وتروں میں: سورۂ نصر و لھب و اخلاص کا پڑھنا مجرب بتلاتے ہیں؟

الجواب

(عن کلا السوالین)

اس میں منشاء سوال یہ ہے کہ طاعت مقصودہ کو ذریعہ بنایا گیا، غرض دنیوی کا، سو، اس میں تفصیل یہ ہے کہ یہ ذریعہ بنانا دو قسم ہے: ایک بلا واسطہ، جیسے عاملوں کا طریقہ ہے کہ ادعیۂ و کلمات سے خاص اغراض مقاصد دنیویہ ہی ہوتے ہیں اور دوسری قسم بواسطہ برکت دینیہ کے کہ طاعات سے اولا برکت دینیہ مقصود ہوتی ہے، پھر اس برکت دینیہ کو مؤثر اغراض دنیویہ میں سمجھا جاتا ہے، احادیث میں جو قربات اور طاعات خاصہ کی بعض خاصیتیں از قبیل اغراض دنیویہ وارد ہیں، وہ اس دوسری قسم سے ہیں، جیسے سورۂ واقعہ کی خاصیت آئی ہے کہ لم تصبه فاقة اور یہ دنیوی خاصیتیں جس طرح وحی سے معلوم ہوتی ہیں، کبھی الہام سے بھی معلوم ہوتی ہیں، پس عمل مذکورہ فی السوال بطریق (۱) اول نماز کی وضع کے خلاف ہے او بطریق ثانی کچھ حرج نہیں۔

۱۶/ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ (تتمہ خامسہ، ص: ۵۱۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۴۵۳/۱)

وتر میں سورتوں کی تعیین:

سوال: بعض حفاظ وتر میں ہمیشہ ''إنا أنزلنا'' اور ''سورۃ کافرون'' اور آخری رکعت میں ''سورۃ اخلاص'' پڑھتے ہیں، حالانکہ ہمیشہ ایک صورت پڑھنے کو فقہا نے منع کیا ہے، کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامدًا و مصلیاً

فقہا نے جو منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہو جائے کہ اس مخصوص سورت کے علاوہ دوسری سورت

(۱) یعنی بطریق قسم اول۔ سعید

پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی، یا اس کے عمل سے دوسروں کو اس کا خیال نہ ہو جائے؛ لیکن جس سورتوں کا کثرت سے پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان کثرت سے پڑھنا اتباع سنت کی نیت سے درست ہے؛ بلکہ ثواب ہے،(۱) البتہ کبھی کبھی مصلحت بالا کی وجہ سے دوسری سورت بھی پڑھ لے۔

وتر میں ﴿سبح اسم ربک الاعلیٰ﴾، ﴿قل یأیھا الکافرون﴾، ﴿قل ھو اللّٰہ﴾ کا پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتب احادیث میں مذکور ہے؛ مگر اس پر مداومت ثابت نہیں، لہٰذا اکثر ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے، کذا فی الطحطاوی۔(۲)

"إنا انزلنا" کا پڑھنا میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا۔(۳) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ ۱۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ۔

صحیح عبد اللطیف: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۰/۷)

وتر کی دوسری رکعت میں ﴿اذا جاء﴾ پڑھنا اور تیسری میں ﴿قل ھو اللّٰہ﴾:

سوال: اگر امام وتر کی نماز پڑھائے اور اس میں پہلی رکعت میں ﴿انا انزلنا﴾، دوسری میں ﴿اذا جاء﴾، تیسری میں ﴿قل ھو اللّٰہ أحد﴾ پڑھتا ہے تو نماز میں کسی قسم کی کراہت تو واقع نہیں ہوئی؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم: "یقرأ فی الوتر "بسبح اسم ربک الاعلیٰ" و "وقل یا أیھا الکافرون" و "قل ھو اللّٰہ أحد" فی رکعة رکعة". (سنن الترمذی، أبواب صلاة الوتر، باب ماجاء ما یقرأ فی الوتر: ۱۰۶/۱، سعید)

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ قال: کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الأعلیٰ و قل یا أیھا الکافرون وقل ھو اللّٰہ أحد فی رکعة رکعة. {رواہ الترمذی، وقال النووی فی الخلاصة: إسنادہ صحیح}(إعلاء السنن: ۴۱/۶، رقم الحدیث: ۱۶۵۹، انیس)

(۲) وفی مراقی الفلاح: "(ویقرأ) وجوباً (فی کل رکعة منہ الفاتحة وسورة) لما روی انہ علیہ الصلاة و السلام قرأ فی الأولیٰ منہ: أی بعد الفاتحة "بسبح اسم ربک الأعلیٰ" وفی الثانیة: "بقل یأیھا الکافرون" وفی الثالثة: " بقل ھو اللّٰہ أحد" وقنت قبل الرکوع". (حاشیة الطحطاوی، باب الوتر و أحکامہ، ص: ۳۷۵، قدیمی)

(۳) قال العلامة الشامی: "والسنة السورة الثلاث: أی الأعلیٰ، والکافرون والأخلاص؛ لکن فی النھایة: أن التعیین یفضی إلی اعتقاد بعض الناس أنہ واجب، وھو لایجوز، فلو قرأ بما ورد بہ الآثار أحیاناً بلامواظبةٍ، یکون حسناً، بحر". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۶/۲، سعید)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

درمیان میں صرف ﴿تبت﴾ چھوڑنا بہتر نہیں، خلاف اولیٰ ہے، دوسری میں ﴿تبت﴾ پڑھے اور تیسری میں ﴿قل هو الله احد﴾. (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳۸۸/۳-۳۸۹)

رمضان کی وتر میں سورۂ قدر:

سوال: سورۂ ''انا انزلنا'' رمضان میں وتروں میں پڑھنا سنت ہے، یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سنت ہے ،دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں سنت اس کو نہیں مانتا، کیا حکم ہے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

سورۂ ''انا انزلنا'' کا وتر میں پڑھنا متعین طور پر احادیث سے ثابت نہیں، اور سورتوں کی طرح یہ بھی ایک سورت ہے، وتر میں پڑھنا بھی درست ہے۔ (۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۱/۷)

وتر کی دو رکعت پڑھ کر قعود کرے گا، یا نہیں:

سوال: وتر کی دو رکعت پڑھ کر التحیات کے واسطے بیٹھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

بیٹھنا چاہیے، جیسا کہ کتب فقہ واحادیث سے ثابت ہے۔

درمختار میں ہے:

''وهو ثلٰث ركعات كالمغرب. (قوله كالمغرب): أفاد أنه أن القعدة الأولٰى واجبة إلخ. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل) (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۸/۴)

---

(۱) ويكره تنزيهاً اجماعاً بثلاث آيات أن تتقارب طولاً وقصرًا والا اعتبر الحروف والكلمات ... ويكره الفصل سورة قصيرة وأن يقرأ منكوسًا، إلخ. (التنوير وشرحه، في القراءة: ٥٤٦/١، ط: سعيد)

(۲) قال الله تعالٰى: ﴿فاقرؤوا ما تيسر من القرآن﴾ (سورة المزمل: ٢٠)

(قوله: ويكره التعيين، الخ) هذا المسألة مفرعة علٰى ما قبلها؛ لأن الشارع إذا لم يعين عليه شيئاً تيسيراً عليه، كره له أن يعين وعلله في الهداية بقوله: لما فيه من هجر الباقي وإيهام التفضيل... وأيضاً في وتر البحر عن النهاية: أنه لاينبغي إن قرأ سورة متعينة علٰى الدوام لئلا يظن بعض الناس أنه واجب. (ردالمحتار، فصل في القراءة: ٥٤٤/١، سعيد)

(۳) معلوم ہوا کہ دو رکعت کے بعد بیٹھنا واجب ہے۔ (ردالمحتار: ۶۲۳/۱، ظفیر)

دوقعدہ سے نمازِ وتر:

سوال: ہمارے یہاں نماز وتر مغرب کی نماز کی طرح ادا کی جاتی ہے، چوں کہ دونوں میں تین رکعتیں پڑھی جاتی ہیں؛ لیکن حال ہی میں میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ اگر وتر میں تین رکعتین ادا کی جائیں تو یہ مغرب کی طرح نہیں ہونا چاہیے، وتر میں دوسری رکعت کے بعد تشہد کے لیے بیٹھے بغیر تین رکعتیں مسلسل ادا کرنا چاہیے، براہ کرم وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ بتائیں اور یہ بھی کہ کیا وتر میں دعاء قنوت پڑھنا ضروری ہے؟

(نظیر سہروردی، نانڈیر)

الجواب

حنفیہ کے نزدیک وتر کی نماز دوقعدوں کے ساتھ مغرب ہی کی طرح ادا کی جائے گی؛ چنانچہ ابوالعالیہؒ نماز وتر کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہمیں تعلیم دی کہ نماز وتر نماز مغرب کی طرح ہے، وتر رات کی وتر ہے، اور مغرب دن کی وتر ہے۔(۱)

البتہ بعض فقہا کے نزدیک تین رکعت وتر اگر ایک سلام سے پڑھی جائے تو ایک ہی قعدہ کیا جائے گا، یہی رائے فقہاء حنابلہ کی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ:۲/۳۳۲-۳۳۳)

وتر کا قعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے:

سوال: قعدۂ اولیٰ وتر کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت ہے، یا نہیں؟

الجواب

قعدۂ اولیٰ وتر کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت ہے، جیسا کہ روایت نسائی میں ہے:

"عن سعد بن هشام أن عائشة رضى الله عنها حدثته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لايسلم فى ركعتى الوتر". (۲)

اور صحیح مسلم میں ہے:

"ويصلى تسع ركعات لايجلس فيها إلا فى الثامنة". (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۵۹)

(۱) فتح القدير بحواله الطحطاوى: ٤٢٧/١

(۲) سنن نسائى،باب كيف الوتر بثلاث: ٢٤٨/١ وبلفظه فى آثار السنن،باب الوتر بثلاث ركعات،ص: ١٦٣، رقم الحديث: ٦١٣،انيس

(۳) مسلم: ٢٢٦/١، ظفير (الصحيح لمسلم،باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل وإن الوتر ركعة وإن الركعة صلاة صحيحة: ٢٥٦/١،انيس)

وتر کا قعدۂ اُولی فرض ہے، یا واجب اور اس کے ترک سے نماز ہوسکتی ہے، یا نہیں:

سوال: وتر کا قعدۂ اُولیٰ فرض ہے، یا واجب؟ اس کے ترک سے نماز ہوسکتی ہے؟

الجواب

قعدۂ اُولیٰ واجب ہے، اگر سہواً ترک ہوجائے تو سجدۂ سہو سے نماز وتر درست ہوجائے گی۔

قال فی الدر: وهو ثلث ركعات بتسليمة كالمغرب حتىٰ لو نسي القعود لا يعود ولو عاد ينبغي الفساد، كما سيجئ، آه.

ورجح هناك عدم الفساد ونقل عن البحر أنه الحق. (ردالمحتار) (۱) فقط

۲۷؍ربیع الاوّل ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲؍۲۰۵)

وتر میں قعدۂ اولی:

سوال: رمضان میں وتر کی جماعت میں امام صاحب جو کسی عرب ملک کے تھے، تین رکعت ایک ہی قعدہ سے پڑھائی، میرے پوچھنے پر کہا کہ ایسا پڑھنا بھی سنت ہے، جہاں تک مجھے معلوم تھا کہ وتر دو سلام سے، یا ایک سلام سے پڑھ سکتے ہیں؛ یعنی دو رکعت پڑھیں اور سلام پھیریں، پھر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیریں، (یہ امام شافعی کا طریقہ ہے) امام اعظم کا جو مسلک ہے، وہ یہ ہے کہ تین رکعت ایک سلام سے پڑھیں؛ لیکن دو رکعت کے بعد قعدہ کریں، پھر اٹھیں اور تیسری رکعت پوری کریں، اس سے متعلق میں آپ سے معلوم کرنا چاہتا ہوں، جواب حوالہ کے ساتھ لکھیں؟

(مبین احمد فلاحی، ہریانہ)

الجواب

وتر میں صرف ایک ہی تشہد پر اکتفا کرنا ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مذہب نہیں ہے، صحاح ستہ میں مسلم، ابوداؤد، اور نسائی نے سعد بن ہشام کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر اور نماز تہجد کی جو تفصیل نقل کی ہے، اس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دو رکعتوں کے اختتام پر بھی قعدہ کیا ہے؛ (۲) لیکن بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا؛ بلکہ تیسری ہی رکعت میں بیٹھے، جیسا کہ مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر

(۱) ردالمحتار ۲/٤٤١، دار الكتب العلمية بيروت، انیس

(۲) مشكوة المصابيح بحوالة مسلم، حدیث نمبر: ۱۲۵۷

پڑھتے تھے اور آخر میں قعدہ کرتے تھے؛(۱) لیکن محدثین اور اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ آخر میں قعدہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے لیے، قعدہ آخری رکعت میں ہوتا تھا، دوسری رکعت کے اختتام پر محض قعدہ ہوتا تھا، سلام والا قعدہ نہیں ہوتا تھا۔(۲) (کتاب الفتاویٰ:۲/۳۳۴-۳۳۵)

وتر میں رفع یدین کا ثبوت:

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وتروں میں رفع یدین کرنا، یا کرنے کی اجازت دینا (ثابت ہے، یا نہیں؟)

الجواب

قال ابن قدامة في المغني:وقد روى عن ابن عمررضى الله عنهما أنه كان إذا فرغ من القراءة كبر. (۳)

(۱) ”عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى من الليل ثلاث عشرة ركعة يوتر من ذلك بخمس، لا يجلس في شيي إلا في آخرها“.{متفق عليه}(مشكوة المصابيح، رقم الحديث:١٢٥٦) (الصحيح لمسلم،باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه وسلم فى الليل وإن الوتر ركعة وإن الركعة صلاة صحيحة: ٢٥٤/١،انيس)

(۲) عن سعد بن هشام أن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها حدثته أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان لايسلم في ركعتي الوتر“.(سنن النسائى/وبلفظه فى آثارالسنن،باب الوتربثلاث ركعات،ص:١٦٣،رقم الحديث: ٦١٣، ط:ديوبند،انيس)

عن عائشة رضى الله عنها قالت:كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لايسلم فى ركعتى الوتر.(مصنف ابن أبى شيبة،باب من كان يوتربثلاث ركعات أو أكثر: ٤٩٤/٤،رقم الحديث: ٦٩١٢/سنن نسائى،باب كيف الوتر بثلاث : ٢٤٨/١،انيس)

اور صحیح مسلم میں ہے:

”يصلى تسع ركعات لايجلس فيها إلا في الثانية“.(الصحيح لمسلم،باب صلاة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله عليه و سلم فى الليل وإن الوتر ركعة وإن الركعة صلاة صحيحة: ١٥٦/١،انيس)

عن سعدبن هشام قال انطلقت إلىٰ عائشة رضى الله عنها فقلت يا أم المؤمنين أنبئنى عن وتررسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت كنا نعدله سواكه وطهوره فيبعثه الله ما شاء أن يبعثه من الليل فيتسوك ويتوضأ ويصلى تسع ركعات كان لايجلس فيها إلا فى الثامنة فيذكرالله ويحمده ويدعوه ثم يسلم تسليماًيسمعنا.(آثارالسنن،باب الوتر بخمس أو أكثرذلك،ص:١٥٨،رقم الحديث:٥٩٠،انيس)

”وهوثلث ركعات كالمغرب“.(الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار: ٤٤٧/١)

”كالمغرب أفاد أنه إن القعدة الأولىٰ واجبة“(ردالمحتار: ٤٤٧/١،باب الوتروالنوافل)

(۳) عن عبدالله رضى الله عنه أنه كان يقرأ فى آخر ركعة من الوتر قل هوالله أحد، ثم يرفع يديه، فيقنت قبل الركعة.{رواه البخارى}(آثارالسنن،باب رفع اليدين عند قنوت الوتر،ص: ١٦٩،رقم الحديث: ٦٣٥،انيس)

وفی الذخیرة:و رفع یدیه حذاء أذنیه وهومروی عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وأبی عبیدة رضی اللّٰه عنهم،الخ،وقال قبله: فإن ذلک مروی عن علی وابن عمروبراء بن عازب رضی اللّٰہ عنهم والقیاس یدل علیه، فإن التکبیر للفصل والانتقال من حال إلٰی حال،إلخ.(۱)

پس معلوم ہوا کہ وتر کی تیسری رکعت میں بعد قرأت کے تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا عبداللہ بن مسعود اورابن عباس اورابن عمر رضی اللہ عنہم وغیرہم سے ثابت ہے۔پس لامحالہ ان حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایسا کیا ہوگا۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۸۶/۲-۱۸۷)☆

رفع یدین درقنوتِ وتر:

سوال: ایک غیر مقلد صاحب نے مذہبِ احناف پراعتراض کیا،جس کی وجہ سےعوام میں فتنہ بپا ہے کہ وتر میں

(۱) غنیة المستملی:۳۹۷، بحث الوتر،ظفیر

☆ **قبل قنوت رفع یدین کا ثبوت:**

سوال: رفع یدین قبل قنوت دررکعت ثالثہ وتر ازکجا آمدوسببش چیست؟(ترجمہ سوال:وتر کی تیسری رکعت میں قنوت سے پہلے رفع یدین کا ثبوت کہاں سے ہےاوراس کی وجہ کیا ہے؟)

الجواب

ازحدیث "لاترفع الأیدی إلا فی سبع مواطن،الخ"رفع یدین بوقت خواندن دعائے قنوت ثابت است،وتحقیق آں درکتب فقہ وحدیث مذکوراست۔(عن إبراهیم النخعی قال:ترفع الأیدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلاة وفی التکبیرللقنوت فی الوتروفی العیدین وعند استلام الحجروعلٰی الصفا والمروة وبجمع وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین.{رواه الطحاوی وإسناده صحیح}(آثارالسنن،باب رفع الیدین عند قنوت الوتر،ص: ۱۷۰،رقم الحدیث:۶۳۷،انیس)

عن نافع عن ابن عمروعن ابن أبی لیلٰی عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال:لا ترفع الأیدی إلا فی سبعة مواطن فی افتتاح الصلاة واستقبال الکعبة وعلٰی الصفا والمروة وبعرفات وبجمع وفی المقامین وعند الجمرتین.(کتاب رفع الیدین،رقم الحدیث:۱۴۳،ص:۱۳۴،انیس)

ولایسن مؤکدًا رفع یدیه إلا فی سبع مواطن کما ورد بناءً علٰی أن الصفا والمروة واحد نظرًا للسعی:ثلاثة فی الصلاة تکبیرة افتتاح وقنوت وعید.(الدرالمختار: ۷۰/۱،مکتبة دارالکتب العلمیة بیروت،انیس)

والوارد هوقوله صلی اللّٰه علیه وسلم:"لاترفع الأیدی إلا فی سبع مواطن تکبیرة الافتتاح و تکبیرة القنوت الخ".(ردالمحتار،باب صفة الصلٰوة، فصل:۴۷۳/۱،ظفیر)

(ترجمہ جواب:رفع یدین کا ثبوت حدیث"لاترفع الأیدی إلا فی سبع مواطن،الخ" سے ہے،دعائےقنوت پڑھتے وقت رفع یدین ثابت ہےاوراس کی تحقیق حدیث وفقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔)فقط(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶۳/۴)

قبل دعاء قنوت جو رفع یدین وتکبیر مروّج ہے، یہ حدیث سے ثابت نہیں، لہذا بدعتِ سیّئہ ہے اور ہم نے ہر چند بموافق استطاعت کتبِ حدیث وفقہ میں تتبع وتلاش کی؛ لیکن در بارۂ رفع یدین اثر ابن مسعود وابراہیم نخعیؒ کچھ نہ ملا اور در بارۂ تکبیر حدیث علیؓ جس کو صاحبِ بدائع نے مرفوعاً نکالا ہے؛ لیکن اس کی تخریج معلوم نہیں، لہذا اگر کوئی حدیث صحیح در بارۂ رفع یدین وتکبیر ہو تو عبارت مع حوالہ کتاب وصفحات تحریر فرماویں، اور کوئی حدیث صحیح نہ ہو تو عوام کے سمجھانے کی کوئی بہتر صورت تحریر فرماویں، امید کہ جلد جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

فی حاشیة آثار السنن (۱) قلت: وقد ثبت رفع الیدین فی مطلق القنوت عن عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ أخرج البخاری فی جزء رفع الیدین بإسناد صحیح عن أبی عثمان قال: کنا وعمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیہ حتٰی یبدو کفاہ ویخرج ضبعیہ وعنہ قال: کان عمر یرفع یدیہ فی القنوت. {رواہ البخاری فی جزءہ بإسناد حسن} وقال البیہقی فی المعرفة: وروی فی رفع الیدین فی قنوت الوتر عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ وأبی ہریرة رضی اللّٰہ، آہ. (۲)

وفیہ أیضًا (ص: ۱۹) وعن طارق بن شہاب قال: صلیت خلف عمر صلاة الصبح فلما فرغ من القرأة فی الراکعة الثانیة کبر ثم قنت ثم کبر فرکع. {رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح} (۳)

پس حضرت عمرؓ سے مطلق قنوت میں رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہوا اور موقوف مالا یدرک بالرائی میں حکماً مرفوعاً ہوتا ہے اور نماز میں ہر رفع یدین میں تکبیر ہے؛ اس لیے تکبیر بھی ضمنا ثابت ہوگئی اور دوسری روایت میں تکبیر کی تصریح ہے، باقی رہی یہ بات کہ وہ قنوت فجر کے بارے میں ہے، سو قنوت فجر وغیر فجر میں فرق ہونے کی دلیل کیا ہے اور اثر ابن مسعود ونخعی کی آثار السنن میں تصریح کی ہے۔

وقال ابن قدامة فی المغنی: روی عن عمر أنہ کان إذا فرغ من القرأة فی الوتر، آہ، وروی

---

(۱) باب رفع الیدین عند قنوت الوتر، ص: ۱۶۹، انیس

(۲) عن أبی عثمان کان عمر رضی اللّٰہ عنہ یرفع یدیہ فی القنوت أخرجہ البخاری. أیضاً فی الجزء المذکور وصححہ وعنہ أیضاً بإسناد صحیح قال: کنا وعمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیہ حتٰی یبد وکفاہ ویخرج ضبعیہ. أخرجہ البخاری فی الجزء المذکور. (إعلاء السنن: ۸۵/۶، رقم الحدیث: ۱۷۰۰، انیس)

حدثنی أبوعثمان قال: کنا بجئ وعمر یؤم الناس ثم یقنت بنا بعد الرکوع یرفع یدیہ حتٰی یبدو کفاہ ویخرج ضبعاہ. (کتاب رفع الیدین للإمام البخاری، ص: ۱۴۵-۱۴۶، رقم الحدیث: ۱۶۱، ط: بیروت لبنان، انیس)

(۳) معانی الآثار للطحاوی، باب القنوت فی صلاة الفجر وغیرہا، ص: ۱۷۷-۱۷۸/ آثار السنن، رقم الحدیث: ۶۳۸، ص: ۱۷۰، باب القنوت فی صلاة الصبح/ وکذا فی إعلاء السنن: ۸۶/۶، رقم الحدیث: ۱۷۰۳، انیس)

الطبرانی فی معجمة الکبیر حدثنا علی أبو نعیم ثنا عبدالسلام بن حرب عن لیث عن عبدالرحمن بن الأسود عن أبیه أن عبداللّٰه (بن مسعود) کان یکبر حین یفرغ من القراء ة ثم إذا فرغ من القنوت کبرورکع، آه، قال النیموی: رجال إسناده کلهم ثقات الالیثا وهوابن أبی سلیم. آه. (من التعلیق الحسن: ۱۷/۲)(۱)

قلت: لیث وثقة ابن معین واخرج له مسلم واستشهد به البخاری فالحدیث حسن وفی آثار السنن عن الأسود عبد اللّٰه أنه کان یقرأ فی آخر رکعة من الوتر قل هو اللّٰه ثم یرفع یدیه فیقنت قبل الرکعة. {رواه البخاری فی جزء رفع الیدین وإسناده صحیح}(۲)

پس عبداللہ بن مسعودؓ سے وتر کی قنوت میں رفع یدین اور تکبیر کا ثبوت سند صحیح وحسن سے ہوگیا ہے اور صحابی کا فعل وقول حجت ہے، خصوصا ابن مسعود وعمر رضی اللہ عنہما کا کہ ایک خلفائے راشدین میں سے ہے، جن کے اقتدا کا ہم کو حکم ہے اور دوسرے صحابی کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"رضیت لامتی ما رضیه ابن أم عبد وقال: اقتدوا بالذین من بعدی أبی بکر وعمر".

اب جو اس تکبیر ورفع کو بدعت کہتا ہو، وہ خود مبتدع ضال ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت کے متعلق تحقیق نہ ہوسکی۔ فقط

عبدالکریم عفی عنہ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ، ۳ر شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ۔ (امدادالاحکام: ۹۳/۲-۹۵)

قنوت کے وقت رفع یدین:

سوال: وتر کی نماز میں قبل قنوت رفع یدین کا کیا سبب ہے؟

الجواب

رفع یدین قنوت کا سبب شرعی؛ یعنی دلیل نقلی دریافت کرنا مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ بخاری نے جزء رفع الیدین میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت کی ہے۔

---

(۱) کذا فی حاشیة آثار السنن، تحت باب رفع الیدین عند قنوت الوتر، ص: ۱۶۹، ط: دیوبند، انیس)

عن عبداللّٰه (هوابن مسعود رضی اللّٰه عنه) أنه کان یکبر حین یفرغ من القراء ة وإذا فرغ من القنوت کبر فرکع. {رواه البطرانی فی الکبیر}(إعلاء السنن: ۸۵/۶، رقم الحدیث: ۱۷۰۳، انیس)

(۲) عن الأسود عن عبداللّٰه رضی اللّٰه عنه أنه کان یقرأ فی آخر رکعة من الوتر قل هو اللّٰه أحد ثم یرفع یدیه فیقنت قبل الرکعة. {رواه البخاری فی جزء رفع الیدین }(آثار السنن، باب رفع الیدین عند قنوت الوتر، ص: ۱۶۹، رقم الحدیث: ۶۳۵/ کتاب رفع الیدین للإمام البخاری، ص: ۱۴۶-۱۴۷، رقم الحدیث: ۱۶۳، ط: بیروت، انیس)

عن الأسود عن عبداللّٰہ أنه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر قل هو اللّٰہ ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة. (آثار السنن)(۱)

اور بخاری نے اسی جزء رفع الیدین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی قنوت میں ہاتھ اٹھانا روایت کیا ہے:

عن أبي عثمان قال كنا وعمر يؤم الناس ثم يقنت بنا عند الركوع يرفع يديه حتى يبدا كفاه ويخرج اصبعيه. (آثار السنن)(۲)

اور اگر رفع یدین کی حکمت یعنی وجہ عقلی دریافت کرنا مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ رفع یدین سے مقصود تبری عما سوی اللہ ہے اور قنوت کے معنی دعا کے ہیں اور دعا سے مراد عرض حاجت علی المولی ہے، پس قنوت؛ یعنی عرض حاجت سے پہلے ما سوی المولی تبری کر لینا اخلاص عبودیت کی علامت اور مفضی الی الاجابۃ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

محمد کفایت اللہ لہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی: ۳/۳۸۷)

دعائے قنوت کے لیے تکبیر اور رفع یدین:

سوال: رفع الیدین مع التکبیر عند القنوت سنت ہے، یا نہیں؟

الجواب

شرح منیہ میں علامہ حلبیؒ نے احادیث و آثار در بارہ تکبیر و رفع الیدین عند القنوت نقل کئے ہیں، ان سے سنیت اس کی ثابت ہے۔ **من شاء التفصيل فليراجع إليه.**(۳)

(۱) باب رفع اليدين عند قنوت الوتر: ص: ۱۶۹، مكتبة إمدادية ملتان/ وكذا في إعلاء السنن: ۸۴/۶، رقم الحديث: ۱۶۹۹، انيس

(۲) باب رفع اليدين عند قنوت الوتر، ص: ۱۶۸، مكتبة إمدادية ملتان

وقد ثبت رفع اليدين في مطلق القنوت عن عمر بن الخطاب رضي اللّٰه عنه، أخرج البخاري في جزء رفع اليدين بإسناد صحيح عن أبي عثمان قال كنا وعمر يؤم الناس ثم يقنت بنا عند الركوع يرفع يديه حتىٰ يبدو كفاه ويخرج ضبعيه. (آثار السنن، ص: ۱۶۹، ط: ديوبند، انيس)

عن أبي عثمان، كان عمر رضي اللّٰه عنه يرفع يديه في القنوت. {أخرجه البخاري أيضاً في الجزء المذكور وصححه}

وعنه أيضاً بإسناد صحيح قال: كنا وعمر يؤم الناس ثم يقنت بنا عند الركوع يرفع يديه حتىٰ يبدو كفاه ويخرج ضبعيه. {أخرجه البخاري أيضاً في الجزء المذكور} (إعلاء السنن: ۸۵/۶، رقم الحديث: ۱۷۰۰، انيس)

(۳) ثم إذا أراد القنوت كبر ورفع يديه عند نا، إلخ، قال أحمد: إذا قنت قبل الركوع كبر، قال ابن قدامة في المغني وقد روى عن ابن عمر أنه كان إذا فرغ من القراءة كبر. وفي الذخيرة: رفع يديه حذاء أذنيه. وهو مروي عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وأبي عبيدة وإسحق وقد تقدم. (غنية المستملي، باب الوتر، ص: ۳۹۷، ظفير)

واجبات صلوٰۃ میں مذکور ہے:

وقراء ۃ قنوت الوتر ،الخ، وكذا تكبير قنوته. (الدر المختار)

أى الوتر ،الخ، وجزم الزيلعي بوجوب السجود بتركه ... وينبغي ترجيح عدم الوجوب؛لأنه الأصل ولادليل عليه. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶۵/۴)

وتر میں رفع یدین کے سلسلہ میں ایک غلط شہرت:

سوال: نماز وتر کب سے واجب ہوئی؟ وجہ رفع یدین فی الرکعۃ الثالثۃ کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ معراج میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو تعذیب والدین کو معائنہ کرکے رفع یدین کیا، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۳/۴)

دعائے قنوت سے پہلے ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے:

سوال: وتر کی نماز میں جب قنوت پڑھتے ہیں، تو ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنے کی کیا وجہ ہے؟

الجواب

وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھانے کی یہ وجہ ہے کہ مصنف ابوبکر بن شیبہ میں ایسا ہی وارد ہوا ہے۔

باب تكبير القنوت ورفع اليدين: حدثنا عبد السلام بن حرب عن ليث عن عبد الرحمٰن بن

(۱) ردالمحتار،باب صفة الصلاة،واجبات الصلاة: ۴۳۷/۱، ظفير

(۲) یہ تو صراحت نہیں مل سکی کہ وتر کی نماز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سنہ سے شروع کی، البتہ حدیث سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ شروع سے برابر پڑھتے رہے اور تاکید فرمائی:

"الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا". (أبوداؤد)(باب فى ...يوتر: ۲۰۱/۱،انيس)

عن بريدة رضى الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الوتر حق فمن لم يوتر فليس مناالوتر حق فمن لم يوتر فليس مناالوتر حق فمن لم يوتر فليس منا .{رواه أبوداؤد،وإسناده حسن}(آثار السنن،، ص: ۱۵۶،رقم الحديث: ۵۸۳،مطبوعة: ديوبند،انيس)

قنوت میں ہاتھ اس لیے اٹھاتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی ثابت ہے، اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ قرأت پر قیام ختم ہو جاتا ہے، اب چوں کہ حالت قیام میں ہی دعا پڑھی جارہی ہے؛ اس لیے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا جاتا ہے کہ قرأت الگ چیز ہے اور دعا الگ چیز۔ سائل نے معراج کا حوالہ دیا ہے، اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ واللہ اعلم (ظفیر)

الأسود عن أبيه أن عبد اللّٰه بن مسعود كان إذا فرغ من القراءة كبر ثم قنت فإذا فرغ من القنوت كبر ثم ركع.(۱)

ومثله عن البراء: حدثنا عبد الرحمٰن بن محمد المحاربى عن ليث عن الأسود عن أبيه عبد اللّٰه أنه كان يرفع يديه إذا قنت فى الوتر. (مصنف أبى بكربن أبى شيبة)(۲)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/۱۶۲)

قنوت کے لیے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد ''سبحان الملک القدوس'' کہنا:

سوال: وتر میں ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ اور ''سبوح قدوس'' بلند آواز سے کیوں کہتے ہیں، یا آہستہ کہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

وتر میں ایک واجب سے دوسرے واجب کی طرف انتقال ہے؛ اس لیے قنوت کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، (۳) وتر کے بعد ''سبحان الملک القدوس'' کہنا تین دفعہ اور تیسری دفعہ آواز بلند کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۶۱/۱۱/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ صحیح عبد اللطیف: مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۶۴)

---

(۱) حدثنا عبد السلام بن حرب عن ليث عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه أن عبد اللّٰه بن مسعود كان إذا فرغ من القراءة كبر ثم قنت فإذا فرغ من القنوت، كبر ثم ركع. (مصنف ابن أبى شيبة، فى التكبير للقنوت، رقم الحديث: ٦٩٤٨/حاشية آثار السنن، ص: ١٦٩، انيس)

(۲) مصنف ابن أبى شيبة، فى رفع اليدين فى قنوت الوتر، رقم الحديث: ٦٩٥٥، انيس

(۳) ''عن الأسود عن عبد اللّٰه (ابن مسعود رضى اللّٰه تعالىٰ عنه) أنه كان يقرأ فى آخر ركعة من الوتر ''قل هو اللّٰه أحد''، ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة''. {روه الإمام البخارى فى ''جزء رفع اليدين'' له، وقال: صحيح }(إعلاء السنن، باب وجوب القنوت فى جميع السنة كلها وسنية رفع اليدين، إلخ: ٦/٧٠، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچى)(كتاب رفع اليدين للإمام البخارى، ص: ١٤٦-١٤٧، رقم الحديث: ١٦٣، ط: بيروت)

عن الأسود عن عبد اللّٰه رضى اللّٰه عنه أنه كان يقرأ فى آخر ركعة من الوتر قل هو اللّٰه أحد ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة. {رواه البخارى فى جزء رفع اليدين وإسناده صحيح }(آثار السنن، باب رفع اليدين عند قنوت الوتر، ص: ١٦٩، رقم الحديث: ٦٣٥، ط: ديوبند، انيس)

إذا فرغ من القرآءة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع فى جميع السنة، ومقدار القيام فى القنوت قدر ﴿إذا السماء انشقت﴾، هكذا فى المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثامن فى صلاة الوتر: ١/١١١، رشيدية)

(۴) عن سعيد بن عبد الرحمٰن ابن أبزىٰ أبيه رضى اللّٰه تعالىٰ عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: ''كان يوتر بسبح اسم ربك الأعلىٰ، وقل يأيها الكافرون، وقل هو اللّٰه أحد وإذا سلم قال: سبحان الملك القدوس، ==

وتر کی تیسری رکعت میں تکبیر کے ساتھ قنوت پڑھنا:

سوال: وتر کی نماز کی تیسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ کر پھر تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنے کا کیا سبب ہے؟

(المستفتی: ۱۵۲۲، خواجہ عبدالمجید شاہ صاحب (بنگال) ۱۲/ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ، مطابق: ۲۲/ جون ۱۹۳۷ء)

الجواب

وتر کی نماز میں تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ وسورت کے بعد تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا ثابت ہے، اسی طرح پڑھنی چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳/۳۸۸)

قنوت کے لیے کانوں تک رفعِ یدین:

سوال: وتر نماز میں قنوت سے قبل ہاتھ کاندھوں تک اٹھانے چاہیے، یا کانوں تک؟ کون سا طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً

کانوں تک۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ احمد سید علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند: ۱۱/۱۰/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۶۳)

== ثلٰث مرات، یمد صوته فی الثالثة، ثم یرفع". (سنن النسائی، کتاب قیام اللیل ویطوع النهار: ۱/۲۵۳، قدیمی) (باب کیف الوتر إحدٰی عشرة رکعة: ۱/۲۵۳، ذکر الاختلاف علی تبعه عن قتادة فی هٰذا الحدیث، انیس)

عن عبدالرحمن بن أبزٰی أنه صلٰی مع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم الوتر فقرأ فی الأولٰی بسبح اسم ربک الأعلٰی و فی الثانیة قل یا أیها الکافرون وفی الثالثة قل هو اللّٰه أحد فلما فرغ قال سبحان الملک القدوس ثلاثاً یمد صوته بالثالثة. {رواه الطحاوی وأحمد وعبد بن حمید والنسائی وإسناده صحیح} (آثار السنن، باب الوتر بثلاث رکعات، ص: ۲۶۳، رقم الحدیث: ۶۱۲، ط: دیوبند، انیس)

(۱) عن أبی بن کعب رضی اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یوتر فیقنت قبل الرکوع. {رواه ابن ماجة والنسائی وإسناده صحیح} (آثار السنن: ۱۶۸، رقم الحدیث: ۶۳۰/ سنن ابن ماجة، باب ماجاء فی القنوت قبل الرکوع وبعده: ۱/۸٤، انیس)

عن أبی بن کعب أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یوتر فیقنت قبل الرکوع. (آثار السنن: ۱۲۷، ط: إمدادیة)

ویکبر قبل رکوعه ثالثا رافعًا یدیه وقنت فیه، إلخ. (تنویر الأبصار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱، ط: سعید)

(۲) "ویکبر قبل الرکوع الثالثة رافعاً یدیه الٰی حذاء اذنیه کتکبیرة الاحرام". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/٤٤۲، سعید) ==

وتر میں قنوت کے لیے رفعِ یدین:

سوال: ایک شخص رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا تو وہ مسبوق رفعِ یدین کرے گا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

امام وتر میں جب دعائے قنوت پڑھنے کے لئے رفعِ یدین کرے، تکبیر کہے تو ہر مقتدی مسبوق وغیرہ کو بھی اسی طرح کرنا چاہیے، یہ رفع یدین فرض، یا واجب نہیں، سنت ہے۔(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۳/۷)

وتر میں رکوع سے پہلے رفعِ یدین اور دعاءِ قنوت کا ثبوت حدیث سے:

سوال: ہمارے یہاں چند اشخاص مذہب غیر مقلد ہیں، وتر کی وہ رکعت تو تین ہی پڑھتے ہیں؛ مگر قنوت بعد رکوع پڑھتے ہیں، ایک ان میں معمولی علم والا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر حدیث سے یہ ثابت کردو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل از رکوع ہاتھ اٹھا کر کانوں سے لگا کر پھر قنوت پڑھتے تھے تو ہم ماننے کو تیار ہیں، حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ ایک حدیث اس امر کے ثبوت میں تحریر فرمادیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

أخرج أبو نعيم فى الحلية عن عطاء بن مسلم ثنا العلاء بن المسيب عن حبيب بن أبى ثابت عن ابن عباس قال: " أوتر النبى صلى الله عليه وسلم بثلٰث قنت فيها قبل الركوع". (۲)

عن ابن عمر أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلٰث ركعات ويجعل القنوت قبل الركوع. (۳)

== إذا فرغ من القرآءة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع فى جميع السنة ومقدار القيام فى القنوت قدر ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا فى المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثامن فى صلاة الوتر: ۱۱۱/۱، رشيدية)

(۱) إذا فرغ من القرآءة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع فى جميع السنة، ومقدار القيام فى القنوت قدر ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا فى المحيط. (الفتاوىٰ الهندية، الباب الثامن فى صلاة الوتر: ۱۱۱/۱، رشيدية)

(۲) عن ابن عباس قال: أوتر النبى صلى الله عليه وسلم بثلاث فقنت فيما قبل الركوع. (إعلاء السنن، باب وجوب القنوت فى جميع السنة كلها: ۸٤۰/٦، رقم الحديث: ۱٦۹۷، ديوبند، انيس)

(۳) عن ابن عمر رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات ويجعل القنوت قبل الركوع. {رواه الطبرانى فى الأوسط} (إعلاء السنن، باب وجوب القنوت فى جميع السنة كلها: ۸٤/٦، رقم الحديث: ۱٦۹۸، ط: مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

وقد روی عن ابن عمر کان إذا فرغ من القراء ة کبر.(۱)

وفي الذخيرة: رفع يديه حذاء أذنيه وهو مروی عن ابن مسعود وابن عمر وابن عباس وأبی عبيدة وإسحٰق وقد تقدم. (الكبيری شرح المنية)(۲)

ان روایات سے صراحۃً وتر کا تین ہونا اور قنوت وتر کا قبل رکوع ہونا اور حضرت عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وعبد اللہ بن عباس وغیرہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم سے تکبیر قنوت کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہوگیا۔

اور ظاہر ہے کہ ان صحابہ کبارؓ نے قنوت قبل رکوع اور تکبیر مع رفع الیدین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ہی کیا ہے، لہٰذا یہ حجت کافی ہے۔

اور اگر لا مذہب لوگ اس کو نہ مانیں تو ان سے کہو کہ جو مذہب عبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وغیرہ صحابہؓ کا تھا، وہی ہمارا ہے، جس دلیل سے یہ حضرات رفع یدین فی تکبیر القنوت کرتے تھے، وہی ہماری دلیل ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۶/۴-۱۵۷) ☆

دعائے قنوت احادیث سے ثابت ہے، یا نہیں:

سوال: دعائے قنوتِ وتر "اللّٰهم إنا نستعينک، إلخ"، بسندِ صحیح کس کی کتاب میں منقول ہے؟ حصن حصین میں نؤمن بک ونتوکل علیک ونشکرک منقول نہیں، یہ الفاظ کس حدیث میں منقول ہیں؟ فقط

(۱) قال الطبرانی فی معجمه الكبير: حدثنا علی حدثنا أبو نعيم حدثنا عبد السلام بن حرب عن ليث عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه أن عبد الله كان يكبر حين يفرغ من القراء ة ثم إذا فرغ من القنوت كبر وركع. (حاشية إعلاء السنن، ص: ۱٦۹، ط: ديوبند، انيس)

(۲) غنية المستملی، باب الوتر، ص: ۳۹٦، ظفير

☆ **حدیث سے دعائے قنوت ثابت ہے، یا نہیں:**

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ دعائے قنوت حدیث سے ثابت نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں دعائے قنوت نہیں پڑھی، یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب

اس شخص کا قول غلط ہے، دعائے قنوت مروجہ حدیث سے ثابت ہے اور وتر میں دعائے قنوت پڑھنا احادیث میں وارد ہے۔("وقنت فيه ويسن الدعاء المشهور ويصلی علی النبی صلی الله عليه وسلم، به يفتیٰ. (الدر المختار: ۹۰/۱، دار الكتب العلمية، بيروت، انيس)

ومنه ما أخرجه الأربعة وحسنه الترمذی أنه عليه الصلاة والسلام كان يقول فی آخر وتره: "اللّٰهم إنی أعوذ برضاک الخ". رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ٦۲٤/۱، ظفير) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱٦۲/۴)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصلیاً

دعائے قنوت کے الفاظِ مشہورہ ایسے حتمی نہیں کہ ان کے ترک، یا تبدل سے فاسد ہو جائے، جیسا کہ کتبِ فقہ زیلعی، شامی، طحطاوی(۱) وغیرہ میں صراحۃً مذکور ہے۔

دعا ''اللّٰھم إنا نستعینک، إلخ'' ابوداؤد(۲) کے حوالہ سے رسائل الارکان اور فتح القدیر(۳) میں منقول ہے، اس میں لفظ ''نؤمن بک''، بھی مذکور ہے، شرح سفر العادۃ اور إعلاء السنن(۴) میں طبرانی، مدونہ، بیہقی، ابن ابی

(۱) ولیس فی القنوت دعاء مؤقت؛لأنه یذهب برقة القلب،هٰکذا ذکره محمد''.(تبیین الحقائق،کتاب الصلاة،باب الوتر والنوافل:۱/۴۲۵،دارالکتب العلمیة،بیروت)

''(قوله:ویسن الدعاء المشهور) ... وذکر فی البحرعن الکرخی أن القنوت لیس فیه دعاء مؤقت؛لأنه روی عن الصحابة أدعیة مختلفة،ولأن المؤقت من الدعاء یذهب برقة القلب''. (ردالمحتار،باب الوتروالنوافل:۲/۶،سعید)

'' قوله:(أنه لاتوقیت فیه) الأفضل أن یکون الدعاء مؤقتاً؛ لأن الداعی ربما یکون جاهلاً فیدعو بما یقطع الصلاة، ولایعلمه،کذا فی غایة البیان ،وقول محمد: لیس فی القنوت دعاء مؤقت، یعنی غیر''اللّٰهم إنا نستعینک'' إلخ.(حاشیة الطحطاوی،کتاب الصلاة،باب الوتر واحکامه، ص:۳۸۲، قدیمی)

(۲) عن خالد بن عمرإن قال:بینارسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم:''یدعوعلٰی مضرإذ جاء ه جبرئیل علیه السلام،فاومأ إلیه إن أسکت فسکت...قال:ثم علمه هٰذاالقنوت:''اللّٰهم إنا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونخضع لک،ونخلع ونترک من یکفرک،اللّٰهم إیاک نعبد ولک نصلی ونسجد وإلیک نسعٰی ونحدف ونرجو رحمتک ونخاف عذابک،إن عذابک الجد بالکافرین ملحق''.(مراسیل أبی داؤد،ص:۸،سعید)

(۳) فتح القدیر، کتاب الصلاة،باب صلاة الوتر:۱/۴۳۰،مطبعة المصطفٰی البابی الحلبی

(۴) ''عن ابن وهب...عن خالدبن أبی عمران قال(إلٰی آخرالحدیث،کمامر آنفاً فی الحاشیة الماضیة أخرجه سحنون فی''المدونة الکبریٰ''...وقال الحازمی فی الاعتبار:أخرجه أبوداؤد فی المراسیل وهوحسن فی المتابعات.

عن خالد بن أبی عمران قال: بینما رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعوعلٰی مضرإذا جاء ه فأومأ إلیه أن أسکت فسکت فقال یامحمد إن اللّٰه لم یبعثک سباباً ولا لعانا وإنما بعثک رحمة ولم یبعثک عذاباً لیس لک من الأمرشئ أویتوب علیهم أویعذبهم فإنهم ظالمون قال:ثم علمه هٰذالقنوت:أللّٰهم إنا نستعینک ونستغفرک ونؤمن بک ونخنع لک ونخلع ونترک ومن یکفرک اللّٰهم إیاک نعبد ولک نصلی ونسجد وإلیک نسعٰی و نحفد ونرجورحمتک ونخشٰی عذابک إن عذابک بالکافرین محلق.أخرجه سحنون فی المدونة الکبریٰ.. {أخرجه أبوداؤد فی المراسیل وهوحسن فی المتابعات } (إعلاء السنن، باب إخفاء القنوت فی الوتر وذکر ألفاظه:۶/۱۰۶-۱۰۷، رقم الحدیث:۱۷۳۷،انیس)

عن خالد بن عمران قال بینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یدعوعلی مضرإن جاء ه جبرئیل علیه السلام فأومأ إلیه أن أسکت فسکت فقال یا محمد إن اللّٰه لم یبعثک سباباًو لالعاناً وإنما بعثک رحمة ولم یبعثک عذاباً لیس لک من الأمرشئ أویتوب علیهم أویعذبهم فإنهم ظالمون ثم علمه هٰذا القنوت: ==

شیبہ وغیرہ سے بھی اس دعاء کو نقل کیا ہے،(۱) اور اس کے اور الفاظ میں بھی کچھ فرق ہے۔شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ لفظ ''نشکرک'' اس دعا میں روایۃً ثابت نہیں، لفظ ''نتو کل علیک'' بھی کسی روایت میں نہیں ملا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸؍ جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۶۹ھ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۶۵-۱۶۶)

دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے، یا بعد میں:

(الجمعیۃ، مورخہ ۲۲؍ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

سوال: نماز وتر میں اہل حدیث بعد تسمیع کے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور احناف تیسری رکعت میں تکبیر اور رفع یدین کے بعد باندھ کر دعائے قنوت پڑھتے ہیں، ان دونوں میں کون سا فعل مدلل ہے؟

الجواب

قنوت رکوع سے پہلے پڑھنی چاہیے، نہ کہ بعد تسمیع۔

لما روی عن أنس أنه سئل عن القنوت؟ فقال: قبل الركوع. (رواه البخاری)(۲)

== أللٰهم إنا نستعينک ونستغفرک و نؤمن بک ونخنع لک ونخلع ونترک من يكفرک اللٰهم إياک نعبد ولک نصلی ونسجد وإليک نسعٰی ونحفد و نرجو رحمتک ونخاف عذابک إن عذابک بالكفٰرين محلق. (مراسيل أبی داؤد، ص: ۸، باب ماجاء فی من نام من الصلاة، انيس)

عن ابن عبدالرحمن قال علمنا ابن مسعود أن نقرأ فی القنوت: اللٰهم إنا نستعينک ونستغفرک ونثنی عليک الخير ولانكفرک ونخلع ونترک من يفجرک اللٰهم إياک نعبد ولک نصلی وإليک نسعٰی ونحفد نرجو رحمتک ونخشٰی عذابک إن عذابک بالكفار ملحق. (مصنف ابن أبی شيبة، باب فی قنوت الوتر من الدعاء: ۴/۵۱۸، رقم الحديث: ۶۹۶۵)

"وعن عبد الرحمٰن بن أبزٰی قال: "صليت خلف عمر بن خطاب الصبح، فلما فرغ من السورة فی الركعة الثانية، قال قبل الركوع-وفی رواية الطحاوی بعد الركوع-: "اللٰهم إنا نستعينک ونستغفرک ونثنی عليک الخير كله، ولا نكفرک، ونخلع ونترک من يفجرک". ثم ذكر نحو سواء غير أنه لم يذكر الجد". رواه ابن أبی شيبة فی مصنفه" وا بن الضريس فی فضائل القرآن ورواه البيهقی فی "سننه" وصححه. كنز العمال". (إعلاء السنن، باب إخفاء القنوت فی الوتر و ذكر ألفاظه وأن القنوت فی الفجر لم يكن إلا للنازلة: ۶/۱۰۸، رقم الحديث: ۱۷۳۸، انيس)

(۱) المدونة الكبرٰی، كتاب الصلاة، القنوت فی الصبح والدعاء فی الصلاة: ۱/۲۲۷، مكتبة نزاد مصطفٰی الباز

(۲) صحيح البخاری، باب القنوت قبل الركوع وبعده: ۱/۱۳۶، ط، قديمی (آثار السنن، باب قنوت الوتر قبل الركوع، ص: ۱۶۶، ط: إمدادية ملتان)

ہاتھ اٹھا کر پڑھنا صراحۃً کسی حدیث سے ثابت نہیں، حنفیہ نے ہر ایسے قیام میں جس میں ذکر مسنون طویل ہو، ہاتھ باندھنے کو مستحب کہا ہے، من جملہ اس کے قنوت وتر بھی ہے اور امام ابو یوسف سے ایک روایت ہاتھ اٹھا کر بھی قنوت پڑھنے کی مروی ہے؛ لیکن ہاتھ باندھنا ہی راجح اور اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی:۳۹۲/۳)

دعائے قنوت صرف وتر کے لیے ہے:

سوال: سوائے نماز وتر اور فجر کے اور کسی نماز فرض میں بھی قنوت پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اور قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

حنفیہ کے نزدیک سوائے وتر کے اور کسی نماز میں دعائے قنوت پڑھنا درست نہیں ہے، صبح کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چند روز دعائے قنوت پڑھی ہے، وہ حکم منسوخ ہو گیا۔(۱)

البتہ اگر کوئی حادثہ پیش آوے تو صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا درست ہے، سوائے صبح کے اور نمازوں میں مختلف فیہ ہے،(۲) اور دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا بھی درست ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۹/۴)

دعاء قنوت سے پہلے بسم اللہ:

سوال: نماز وتر میں دعاء قنوت سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے، یا نہیں؟ (سید خالد علی، شادنگر)

الجواب

دعاء قنوت، یا کسی اور دعا سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ثابت نہیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اذکار میں سے صرف قرآن مجید کے شروع میں پڑھا جاتا ہے، خاص طور پر نماز میں اسی قدر پڑھنا چاہیے، جو ثابت ہو؛ کیوں کہ نماز عبادت ہے اور عبادت میں قیاس ورائے کو دخل نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ:۳۴۴/۲)

(۱) ویأتی المأموم بقنوت الوتر الخ لا الفجر، لأنه منسوخ. (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۲۶/۱، ظفیر)

(۲) ولا یقنت لغیره إلا لنازلة فیقنت الإمام فی الجهریة وقیل فی الکل. (الدر المختار)

(قوله: لا یقنت لغیره): أی غیر الوتر الخ (قوله: فیقنت الإمام فی الجهریة): لکن فی الأشباه عن الغایة: قنت فی صلاة الفجر الخ قال الحافظ أبو جعفر الطحاوی: إنما لا یقنت عندنا فی صلوٰة الفجر من غیر بلیة، الخ. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۲۸/۱، ظفیر)

سورۂ اخلاص دعاء قنوت کے قائم مقام ہوگی، یا نہیں:

سوال: در وتر سورۂ اخلاص سہ بار قائم مقام دعائے قنوت می شود، یا نہ؟(۱)

الجواب

در شامی آوردہ:

"ومن لایحسن القنوت یقول"رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً" الأية. وقال أبو الليث : يقول" اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ"يكررها ثلاثاً، وقيل يقول"يَارَبِّ"ثلاثاً، ذكره في الذخيرة، إلخ. (۲)

پس معلوم شد کہ سورۂ اخلاص بجائے دعائے قنوت منقول نیست۔(۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۸/۴)

وتر میں بجائے دعاء قنوت کے کوئی اور دعا پڑھنا:

سوال: وتر میں بجائے دعاء قنوت کے اور کوئی دعا، یا سورت پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

جو دعا کلام ناس کے مشابہ نہ ہو، اس کے پڑھنے سے نماز ہوجاتی ہے۔

قال الشامي: ومن لايحسن القنوت يقول: ﴿ربنا آتنا في الدنيا حسنة﴾ (الآية) وقال أبو الليث: يقول: اللهم اغفرلي يكررها ثلاثاً وقيل يقول: يارب ثلاثاً، ذكره في الذخيرة، آه. والله تعالٰى أعلم(۴) (فتاویٰ دارالعلوم مسمی بہ امداد المفتین:۳۰۹/۲)

دعائے قنوت یاد رہتے ہوئے دوسری دعا پڑھ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر دعائے قنوت یاد ہو تو دوسری دعا، مثلاً"رَبَّنَا اٰتِنَا، إلخ"، پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

دعائے قنوت یاد ہو تو ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا، إلخ﴾ وغیرہ نہیں پڑھ سکتا، دعائے قنوت ہی پڑھنا چاہیے۔(۵) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۶۲/۴)

(۱) ترجمۂ سوال: وتر کی نماز میں تین بار سورۂ اخلاص پڑھنا دعاء قنوت کے قائم مقام ہے، یا نہیں؟

(۲) رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ٦٢٤/١، ظفير

(۳) ترجمۂ جواب: شامی میں بحوالۂ ذخیرہ یہ لکھا ہے کہ "جو شخص قنوت نہ پڑھ سکتا ہو، وہ "رَبَّنَا اٰتِنَا إلخ" پڑھے" اور ابواللیثؒ کہتے ہیں کہ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ" تین بار پڑھے، اور بعضوں نے کہا ہے کہ "یَا رَبِّ" تین بار کہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ اخلاص دعاء قنوت کی جگہ منقول نہیں ہے۔ انیس

(۴) رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٤٤٣/٢، مكتبة دار الكتب العلمية بيروت، انيس

(۵) ومن لايحسن القنوت يقول﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾(الأية)(رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ٦٢٤/١، ظفير)

دعاء قنوت یاد نہ ہو تو کیا پڑھے:

سوال: عوام میں مشہور ہے کہ جس کو دعاء قنوت یاد نہ ہو تو اس کا نکاح حرام ہے، اگر اولاد ہو گی تو حرام کی ہوگی۔ اس کی کہاں تک اصل ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ قول کہ نکاح حرام اور اولاد حرام کی ہوگی غلط اور بے اصل ہے۔ شامی باب الوتر میں ہے کہ جس شخص کو دعاء قنوت یاد نہ ہو تو وہ یہ دعا پڑھے:

"ربنا آتنا فی الدنیا حسنةً وفی الآخرة حسنةً وقنا عذاب النار"إلخ.(۱)

البتہ دعاء قنوت مخصوصہ کا پڑھنا چونکہ سنت ہے؛ اس لیے دعاء قنوت یاد کر لینی چاہیے۔

اور شامی واجبات صلوٰۃ میں ہے:

(قوله:وهو مطلق الدعاء) أی القنوت الواجب يحصل بأیّ دعاء كان،وفی النهر:وأما خصوص اللّٰهم إنّا نستعيک فسنة فقط ولو أتی بغيره جاز إجماعاً.(۲)والله تعالیٰ أعلم

(فتاویٰ دار العلوم مسمّی بہ امداد المفتین:۲/۳۰۹)

دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کیا پڑھے:

سوال: جس شخص کو دعائے قنوت یاد نہ ہو، اس کو بجائے دعائے قنوت کے سورۂ اخلاص پڑھنا جائز ہے، یا نہیں، اور نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

شامی میں ہے کہ جس کو دعائے قنوت نہ آتی ہو، تو وہ ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ (الآية) پڑھے اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللّٰهم اغفرلی" تین بار پڑھے اور بعض علما نے فرمایا ہے کہ "یا ربّ" تین بار کہے، کذا فی الذخيرة. (ردالمحتار)(۳) اور چونکہ یہ محل دعا کا ہے، لہٰذا سورۂ اخلاص اس کے قائم مقام نہ ہوگی؛ مگر نماز ہو جاتی ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۴/۱۶۴)

---

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٢/٤٤٣، انیس

(۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ٢/١٦٣، انیس

(۳) ومن لايحسن القنوت يقول: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾(الآية) وقال أبو الليث: يقول "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ" يكررها ثلاثاً، وقيل يقول "يَارَبِّ" ثلاثاً، ذكره فی الذخيرة. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ١/٦٢٤، ظفير)

جس کو دعا قنوت یاد نہ ہو وہ کیا پڑھے:

سوال: وتر کی نماز میں بجائے دعا قنوت کے ''ربنا آتنا فی الدنیا،إلخ'' یا ''قل هو الله'' پڑھا جائے تو درست ہوگا، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وتر کی نماز میں دعا قنوت یاد ہو تو دعا قنوت پڑھے اور نہ یاد ہو تو پھر ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنة،إلخ'' یا اور کوئی دعا ''اللّٰهم اغفرلی'' وغیرہ پڑھے، تین بار ''قل هو الله'' نہ پڑھے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۴/۳/۱۳۷۳ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۹۹)

وتر کے قنوت میں ''نخلع و نترک من یفجرک'' کے معنی کی تحقیق:

سوال: ہم لوگ ہر روز قنوت میں پڑھتے ہیں: ''نخلع و نترک من یفجر''، اب فرمائیے! اگر بیٹا فاجر ہے تو باپ کیا کرے اور اگر باپ فاجر ہے تو بیٹا کیا کرے؟(۲)

الجواب ــــــــــــ

یہ جملہ خبریہ نہیں؛ بلکہ انشائیہ ہے، پس اس میں کذب نہیں، دوسرے فجور سے مراد کفر ہے اور ترک سے مراد مخالفت اعتقادی۔ وهو حاصل

۱۲/ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ، ص: ۹۹) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۴۵۷-۴۵۸)

''ملحق'' کی حاء کو زیر وزبر دونوں پڑھ سکتے ہیں:

سوال: دعاء قنوت میں جو لفظ ''ملحق'' ہے، اس کی حاء کو زبر ہے، یا زیر ہے؟

(۱) قنوت دعا ہے، اگر دعا قنوت کے معروف الفاظ یاد نہیں ہوں تو کوئی دعائیہ کلام پڑھے جیسے ربنا آتنا فی الدنیا الخ اوریا ربّ وغیرہ، سورۂ اخلاص کا پڑھنا ثابت نہیں۔[مجاہد]

ومن لا یحسن القنوت یقول: ﴿ربنا آتنا فی الدنیا حسنة﴾ (الآیة) وقال أبو اللیث یقول: اللّٰهم اغفرلی، یکررها ثلاثاً، و قیل یقول: یا رب ثلاثاً، ذکره فی الذخیرة (ردالمحتار: ۲/۴۴۳)

(۲) قنوت کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ''ہم علاحدہ کرتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں، اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے'' حالانکہ باپ کا فاجر بیٹے سے کچھ نہ کچھ تعلق ہوتا ہی ہے، اسی طرح بیٹے کا بھی فاجر باپ سے تعلق ہوتا ہے، لہٰذا نخلع و نترک من یفجرک غلط دعویٰ ہوا؛ بلکہ جھوٹ بولنا لازم آیا، پس کیا کیا جائے؟ قنوت میں یہ جملہ پڑھا جائے، یا نہ؟ (سعید)

الجواب

دعاء قنوت میں "ملحق" کی حاء کو کسرہ اور فتحہ دونوں پڑھا گیا ہے اور دونوں جائز ہیں، اگر چہ معروف تر کسرہ ہے۔
شامی میں ہے:

(قوله: وملحق بمعنى لاحق): مبتدأ وخبرهو بكسر الحاء، هٰذا هو المشهور ونص غير واحد علىٰ أنه الأصح ويقال: بفتحها، ذكره ابن قتيبة وغيره، ونص الجوهري علىٰ أنه صواب، كذا في الحلية، قلت: بل في القاموس الفتح أحسن، إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۳/۴)

دعا قنوت کے بعد درود شریف کا پڑھنا:

سوال: وتروں میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا، جیسے کہ شرح درمختار میں لکھا ہے، کیسا ہے؟ زید کہتا ہے کہ دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا اچھا ہے؟

الجواب

دعائے قنوت کے بعد درود شریف مستحب ہے۔ فقط (۲) (تالیفات رشیدیہ، ص: ۳۲۹)

بسلسلۂ وتر ایک عبارت کا مطلب (دعاء قنوت میں درود پڑھنے کا حکم):

سوال: درمختار باب الوتر والنوافل میں ہے:

"ويسن الدعاء المشهور ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم، وبه يفتىٰ". (۳)

تو حنفی مذہب میں کیا پڑھے؟

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۲۴/۱، ظفیر)

☆ دعائے قنوت میں "ملحق" بکسر حاء:

سوال: لفظ ملحق جو دعائے قنوت میں ہے، بکسر حاء بہتر ہے، یا بفتح حاء؟

الجواب

ملحق بکسر حاء بہتر ہے اور اکثر ہے اور بفتح حاء بھی درست ہے۔ (وصح ملحق بالكسر ... بمعنى لاحق. (الدر المختار) أي أنه من الحق المزيد بمعنى لحق المجرد، في الشرنبلالية أن المطرزي صح أن المراد ملحق الفساق بالكفار و الأول أولىٰ، إلخ. (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۲۴/۱، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۶۳/۴)

(۲-۳) (وقنت فيه) ويسن الدعاء المشهور ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وبه يفتىٰ. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶/۲-۷، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب

دعاءِ مشہور سے مراد دعاءِ قنوت "اللّٰھم إنا نستعینک، إلخ"، (۱) اور دعا "اللّٰھم اھدنی فیمن ھدیت، إلخ" (۲) ہے، اس دوسری دعا کے اخیر میں "وصلی اللّٰہ علی النبی" (۳) بھی ہے، حنفیوں کو بھی یہ دونوں دعائیں پڑھنا اور جمع کرنا افضل ہے اور اگر صرف "اللّٰھم إنا نستعینک، إلخ" پڑھے تو یہ بھی درست ہے۔ (۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۵/۴)

---

(۱) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْغَدَاةَ، فَقَالَ فِي قُنُوتِهِ: "اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ، وَنُثْنِي عَلَيْكَ الْخَيْرَ، وَلَا نَكْفُرُكَ، وَنَخْلَعُ، وَنَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ، اللَّهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ، وَلَكَ نُصَلِّي، وَنَسْجُدُ وَإِلَيْكَ نَسْعَى وَنَحْفِدُ، وَنَرْجُو رَحْمَتَكَ، وَنَخْشَى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ". (أخرجه ابن أبي شيبة، مايدعو به في قنوت الوتر (۷۰۲۷)، وكذا أخرجه أبو عُبيد في فضائل القرآن (۳۱۸)، ومحمد بن نصر في كتاب الوتر (۱۳۹) أنهما سورتان في مصحف ابن مسعود وأبي بن كعب (اللّٰهم إنا نستعينك) و(اللّٰهم إياك نعبد وعند أبي عُبيد أن ابن مسعود تركها كما تركها عثمان فلم يكتبها في المصحف، وأخرجه مرفوعا من حيث خالد بن أبي عمران مرسلا أبو داود في المراسيل، رقم (۸۹) وكان يقنت بهما علي وابن مسعود وأبي بن كعب. أخرجه عبد الرزاق الصنعاني في المصنف (۱۱۱/۳-۱۱۲)، وابن أبي شيبة في المصنف (۳۱٤/۲)، وابن خزيمة في الصحيح (۱۱۰۰)، والبيهقي في السنن (۲۱۰/۲)، ومحمد بن نصر في كتاب الوتر (۱۳۹)، والطبراني في الدعاء، رقم (۷۵۰) انيس)

(۲-۳) عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي الْوِتْرِ قَالَ: قُلْ: "اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ". (أخرجه أبو داود في السنن، رقم (۱٤۲٥-۱٤۲٦)، والترمذي في الجامع، رقم (٤٦٤) وقال: وفي الباب عن علي، هذاحديث حسن لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث أبي الحوراء السعده واسمه ربيعة بن شيبان ولا نعرف عن النبي – صلى اللّٰه عليه وسلم – في القنوت شيئا أحسن من هذا، والنسائي في المجتبى (۲٤۸/۳)، وابن ماجة في السنن، رقم (۱۱۷۸)، وأحمد في المسند (۱۹۹/۱-۲۰۰)، وابن أبي شيبة في المصنف (۳۰۰/۳-۳۸٤/۱۰)، وأبو يعلى في المسند، رقم (٦۷٦٥، ٦۷۸٦)، وابن حبان في الصحيح، رقم (٥۱۲، ٥۱۳)، والطبراني في الكبير (۷۲/۳-۷۷) والدعاء، الأرقام (۷۳٥-۷٤۹)، والحاكم في المستدرك (۱۷۲/۳، ٤۷۲) وصححه، وصححه ابن المنذر في الأوسط (۲۱٤/٥)، والنووي في الأذكار (۱۱۷)، وابن حجر في نتائج الأفكار (۱۳۹/۲)، وله شاهد من حديث ابن عباس، أخرجه محمد بن نصر في كتاب الوتر (۱۱٤، ۱۳٥، ۱۳۸) انيس)

(۴) (قوله: يسن الدعاء المشهور) قدمنا في بحث الواجبات التصريح بذلك عن النهر، وذكر في البحر عن الكرخي: "أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب". وذكر الإسبيجابي أنه ظاهر الرواية، وقال بعضهم: المراد ليس فيه دعاء مؤقت ماسوى "اللّٰهم إنا نستعينك"، وقال بعضهم: الأفضل التوقيت، ورجحه في المنية تبركاً بالمأثور، آه. (رد المحتار، باب الوتر: ٦۲۳/۱، ظفير)

وتر کی جماعت میں جب تیسری رکعت میں ملے تو دعاء قنوت کب پڑھے:

سوال: رمضان میں وتر کی تیسری رکعت میں شامل ہوا، تو دو رکعت جو باقی رہیں، ان میں دعاء قنوت پڑھی جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

دعاء قنوت پڑھی جاوے گی۔ فقط (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۵۷/۴)

وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں ملنے والا جس نے قنوت نہیں پائی، وہ کیا کرے:

سوال: زید وتر کی آخری رکعت میں ملا اور امام کے ساتھ دعاء قنوت پڑھی، بعد میں جو دو رکعت پڑھے گا، ان میں قنوت پڑھے، یا نہیں؟

دوسری صورت یہ ہے کہ امام کو اخیر رکوع میں پایا اور قنوت نہیں پڑھا، باقی دو رکعت میں قنوت پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

پہلی صورت میں پھر قنوت نہ پڑھے۔

"وأما المسبوق فيقنت مع إمامه". (۲)

اور دوسری صورت میں پچھلی رکعت میں قنوت پڑھے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۰/۴)

---

(۱) ولها واجبات لاتفسد... بتركها وتعاد وجوبًا في العمد والسهو إلخ وهي على ماذكره أربعة عشر: قراءة فاتحة الكتاب إلخ وقراءة قنوت الوتر وهو مطلق الدعاء (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ۴۲۴/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دعاء قنوت کا پڑھنا ضروری ہے؛ مگر مسبوق کب پڑھے؟

اس سلسلے میں فقہا لکھتے ہیں:

"وأما المسبوق فيقنت مع إمامه فقط ويصير مدركاً بإدراك ركوع الثالثة. (الدر المختار)

(قوله: فيقنت مع إمامه فقط): لأنه آخر صلاته وما يقضيه أولها حكماً في حق القراءة وما أشبهها وهو القنوت وإذا وقع قنوته في موضعه بيقين لايكرر؛ لأن تكراره غير مشروع. شرح المنية. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۴۴۸/۱)

یعنی تیسری رکعت اگر اس نے پوری پالی ہے تو امام کے ساتھ قنوت پڑھے، بعد میں پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ اگر تیسری رکعت میں اس وقت ملا جب امام قنوت سے فارغ ہو چکا تھا تو بعد میں پڑھے گا۔ ظفیر)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۶۲۸/۱، ظفير

وتر کی ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتیں کس طرح ادا کرے:

سوال: ایک شخص وتر کی جماعت میں تیسری رکعت میں مسبوق ہو کر ملا تو اپنی متروکہ دو رکعتیں بعد سلام امام کے کس طرح ادا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

رمضان المبارک کے وتر کی جماعت میں جس مسبوق کو صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہے، اگر اس امام کے ساتھ قنوت پڑھا ہے تو پھر نہیں پڑھے گا اور بقیہ دو رکعتوں کے درمیان میں قعدہ کرے گا۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد نور الحسن غفرلہ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۰۹/۲)

وتر میں مسبوق کا امام کے ساتھ دعا پڑھ لینا کافی ہے:

سوال: رمضان شریف میں جب وتر با جماعت پڑھے جاتے ہیں، اگر کوئی شخص وتروں کی دوسری رکعت میں شامل ہوا تو یہ شخص دعائے قنوت امام کے ساتھ پڑھے، یا جو رکعت اس کی جماعت سے رہی ہوئی ہے، اس میں دعائے قنوت پڑھے، جس وقت امام دعائے قنوت کے واسطے ہاتھ اٹھاوے، یہ اس وقت دعائے قنوت ہی پڑھے، یا اور کچھ پڑھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مسبوق صرف امام کے ساتھ دعائے قنوت پڑھے، پھر قضا رکعت اخیر کے وقت نہ پڑھے۔

"وأما المسبوق فيقنت مع إمامه". (الدر المختار) (۲) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۶۷/۴-۱۶۸)

امام نے قنوت ختم کر کے رکوع کیا اور مقتدی کی دعاء قنوت پوری نہ ہوئی تو کیا کرے:

سوال: جماعت وتر میں امام دعاء قنوت ختم کر کے رکوع میں چلا گیا، مقتدی کی قنوت ختم نہیں ہوئی، کیا وہ متابعت امام کی غرض سے بلا ختم قنوت رکوع میں چلا جائے؟

(۱) امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر جو رکعت ادا کرے، وہ اس کے لیے دوسری رکعت کے حکم میں ہے، لہٰذا وہ قعدہ اولیٰ کرے گا اور پھر جو اس مسبوق نے دوسری رکعت پڑھی، یہ اس کی آخری رکعت ہے؛ اس لیے وہ قعدۂ اخیرہ کرے گا، اس طرح دو رکعتوں کے درمیان قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ ادا کرے گا۔[مجاہد]

"ومنها أنه يقضي أول صلاته في حق القراءة وآخرها في حق التشهد حتى لو أدرك ركعة من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعده فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة". (الفتاوى الهندية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۱/۱)

(۲) الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الوتر و النوافل، قبيل مطلب في القنوت للنازلة: ۶۲۸/۱، ظفير

الجواب ــــــــــــــــــــ

اگر قلیل باقی ہے کہ پورا کر کے رکوع میں امام کے شریک ہوسکتا ہے تو پورا کر کے رکوع کرے، ورنہ چھوڑ دے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۵۳/۴-۱۵۴)

دعائے قنوت کے ترک پر لقمہ دینا:

سوال: عشا میں نماز تراویح کے بعد جو وتر جماعت سے پڑھے جاتے ہیں، ان میں اگر امام دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو ان کو اشارہ دینا چاہیے، یا نہیں؟ کیوں کہ اگر اشارہ نہیں دیا گیا تو ممکن ہے وہ سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور پھر نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ واجب ترک ہوجاتا ہے اور پھر اشارہ نہیں دیا جاتا تو بہت مقتدی رکوع میں نہیں جاتے ہیں اور ان کا رکوع ترک ہوجاتا ہے اور فرض ترک ہونے سے نماز نہیں ہوتی ہے؟ جواب جلد دیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

اگر امام بجائے دعائے قنوت پڑھنے کے رکوع میں جانے کے لیے تیاری کر رہا ہو تو اس کو یاد دلایا جائے؛ لیکن اگر امام رکوع میں پہونچ گیا ہے تو پھر قنوت کے لیے کھڑا نہ ہو، اخیر میں سجدۂ سہو کرے، اسی طرح نماز وتر صحیح ہوجائے گی۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۸۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶۸/۷)

وتر ختم کرکے "سبحان الملک القدوس" کب پڑھے:

سوال: بعد سلام وتر جو " سبحان الملک القدوس ثلثاً " وارد ہے، یہ سجدہ کرکے پھر پڑھے، یا قعدہ میں؟ اور عندالاحناف یہ جائز ہے، یا نہیں؟

---

(۱) للمقتدی یتابع الإمام فی القنوت فلو رکع الإمام فی الوتر قبل أن یفرغ المقتدی من القنوت فإنه یتابع الإمام، إلخ. (الفتاویٰ الهندیة، مصری، فی صلاة الوتر: ۱۰٤/۱، ظفیر)

(۲) ولو نسیه: أی القنوت، ثم تذکره فی الرکوع، لایقنت فیه، لفواته محله، ولایعود إلیٰ القیام ... وسجد للسهو، اهـ". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۹/۲، سعید)

"ولوترک القنوت فذکر فی القعدة الأخیرة أوبعد ما قام عن الرکوع، لایقنت، وعلیه السهو". (الفتاویٰ الخانیة، فصل فیما یوجب السهو ومالایوجب السهو: ۱۲۱/۱، رشیدیة)

وأما السهو فی القنوت: إن ترک القنوت ساهیا ثم یتذکر بعد ما یرکع أو یسجد وفی هذه الصورة لا یعود إلی القیام ولا یقنت بل یمضی فی صلاته ویسجد للسهو فی آخره. (المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، الفصل السابع عشر فی سجود السهو: ۵۰٤/۱، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

الجواب ــ

وتر کا سلام جب پھیر کر بیٹھے، اس وقت پڑھے اور یہ عندالاحناف بھی جائز و مستحب ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۱۵۷)

وتر کے بعد ''سبحان الملک القدوس'' اور عیدالاضحیٰ میں جاتے ہوئے تکبیر بلند آواز سے نہ کہنے کا حکم:

سوال: ایک شخص بعد وتروں کے بلند آواز سے ''سبحان الملک القدوس'' تین بار نہیں کہتا اور نہ عیدالاضحیٰ کی نماز کو جاتے ہوئے راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہتا ہے۔ یہ متبع سنت ہے، یا نہیں؟

الجواب ــ

وتر کے بعد بلند آواز سے ''سبحان الملک القدوس'' تین بار پڑھنا مستحب ہے اور بعض روایات میں تیسری مرتبہ بلند آواز سے پڑھنا آیا ہے۔ پس اس سے تیسری مرتبہ ''سبحان الملک القدوس'' کو بلند آواز سے پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال ایسا کرنا مستحب اور بہتر ہے اور تارک پر کچھ طعن وملامت نہ کرنی چاہیے؛ کیوں کہ مستحب فعل کو اگر کوئی نہ کرے تو اس پر کچھ طعن نہیں ہے۔

البتہ اتباع سنت کا مقتضی یہ ہے کہ جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، ویسا کرے؛ یعنی خواہ تینوں مرتبہ، یا ایک مرتبہ اخیر میں ''سبحان الملک القدوس'' کو وتر کے بعد بلند آواز سے کہہ لیا کرے۔(۲)

(۱-۲) عن أبي بن كعب رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا سلم في الوتر قال: "سبحان الملك القدوس". (رواه أبوداؤد والنسائي و زاد: ثلٰث مرات يطيل، وفي رواية للنسائي عن عبد الرحمٰن بن أبزىٰ عن أبيه قال: كان يقول إذا سلم: "سبحان الملك القدوس" ثلٰثاً ويرفع صوته بالثالثة. (مشكاة المصابيح، باب الوتر، الفصل الثاني، ص: ۱۱۲، ظفير)

عن أبي بن كعب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يوتر بثلاث ركعات كان يقرأ في الأولٰى بسبح اسم ربك الأعلٰى وفي الثانية بقل يا أيها الكافرون وفي الثالثة بقل هو الله أحد ويقنت قبل الركوع فإذا فرغ قال عند فراغه سبحان الملك القدوس ثلاث مرات يطيل في آخرهن. (سنن النسائي، باب ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين: ۱/۱۹۱، انيس)

عن أبي بن كعب رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في الوتر "بسبح اسم ربك الأعلٰى وفي الركعة الثانية بقل يا أيها الكافرون وفي الثالثة بقل هو الله أحد ولا يسلم إلا في آخرهن ويقول يعني بعد التسليم: سبحان الملك القدوس ثلاثاً. {أخرجه النسائي} (إعلاء السنن: ۶/۴۲، رقم الحديث: ۱۶۶۱، انيس)

عن عبد الرحمٰن بن أبزىٰ أنه صلٰى مع النبي صلى الله عليه وسلم الوتر فقرأ في الأولٰى بسبح اسم ربك الأعلٰى وفي الثانية قل يا أيها الكٰفرون وفي الثالثة قل هو الله أحد فلما فرغ قال: "سبحان الملك القدوس" ثلٰثاً ويمد صوته بالثالثة. {رواه الطحاوي وأحمد وعبد بن حميد والنسائي وإسناده صحيح} (إعلاء السنن: ۶/۴۱-۴۲، رقم الحديث: ۱۶۶۰، انيس)

اسی طرح عیدالاضحیٰ میں تکبیر بالجہر راستہ میں مشروع ومسنون ہے، اس کا ترک کرنا بھی خلاف سنت ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/ ۱۶۴)

وتر کے بعد دعا:

سوال: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعا کرنا سنت ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا ومصلیاً

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۱۳۸۵ھ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/ ۱۶۹)

وتر کی امامت فرض نماز کے امام کے علاوہ شخص کرسکتا ہے، یانہیں:

سوال: کیا وتر کی نماز کا امام غیر امام فرض بن سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــ

وتر کی جماعت کا امام فرض کے امام کا غیر ہوسکتا ہے۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴/ ۱۵۸)

فرض پڑھانے والے کے سوا وتر کوئی اور پڑھا سکتا ہے، یانہیں:

سوال: یہ جو مشہور ہے کہ جو شخص فرض نماز پڑھاوے، وہی وتر پڑھاوے، اگر دوسرا شخص پڑھاوے تو جائز ہے، یانہیں؟

الجواب ــــــــــــ

درست ہے کہ دوسرا شخص وتر پڑھاوے اور جو مشہور ہے، غلط ہے۔(۳) (تالیفات رشیدیہ،ص:۳۲۸)

---

(۱) وقالا: الجهر به سنة كالأضحى الخ ويكبر جهرًا اتفاقاً في الطريق،قيل: وفي المصلّٰى وعليه عمل الناس اليوم لافي البيت (الدرالمختارعلىٰ هامش رد المحتار، باب العيدين: ۱/ ۷۷۸-۷۸٤،ظفير)

(۲) قال اللّٰه تعالىٰ:﴿أدعوا ربكم تضرعًاوخفية،إنه لايحب المعتدين﴾ (سورة الأعراف:٥٥،انيس)

"قيل:معناه تذللاً واستكانةً وخفيةً كقوله:﴿واذكرربك في نفسك﴾الآية.وفي الصحيحين عن أبي،موسىٰ الأشعري رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال:رفع الناس أصواتهم بالدعاء،فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم:"إربعوا علىٰ أنفسكم،فإنكم لاتدعون أصم ولا غائباً،إن الذي تدعون سميع قريب". الحديث.(تفسيرابن كثير ،الجزء الثامن (سورة الأعراف): ۲/ ۲۹٦،مكتبة دارالسلام الرياض)

(۳) قد كان عمر رضي اللّٰه عنه يأمهم في الفريضة والوتر،وكان أبي رضي اللّٰه تعالىٰ عنه يؤمهم في التراويح، كذا في السراج الوهاج.(الفتاوىٰ الهندية،الباب التاسع في النوافل،فصل في التراويح: ۱/ ۱۱٦،دارالفكر،انيس)

وتر وہی شخص پڑھائے، جس نے فرض عشا پڑھائی ہو، یا دوسرا شخص بھی پڑھا سکتا ہے:

سوال: اگر فرض نماز عشا ایک شخص نے پڑھائی تو کیا وتر بھی وہی شخص ضرور پڑھائے، کیا دوسرے شخص کے وتر کا امام بننے میں کچھ کراہت ہے، یا خلاف اولیٰ؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

بظاہر ہر قواعد سے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا؛ لیکن کوئی جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، البتہ عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ فرض اور وتر خود پڑھاتے تھے اور تراویح حضرت اُبیؓ سے پڑھواتے تھے، اھ۔(۱)
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامِ فرض کو امامِ وتر بنانا بہتر ہے، ہاں اگر امام فرض وتر کی جماعت میں شریک ہی نہ ہو، (خواہ کسی عذر کے باعث، یا خود قرآن شریف دوسری جگہ پڑھنے وغیرہ کے سبب) تو پھر کسی دوسرے کو امام وتر بنانا خلافِ اَولیٰ بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ عبدالکریم عفی عنہ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا اللہ عنہ (امداد الاحکام: ۲/۲۱۷-۲۱۸)

وتر میں امامت امام کرائے، یا حافظ صاحب:

سوال: ہماری مسجد میں مقیم امام فاضل دار العلوم دیوبند ہیں، فرض نماز عشا پڑھانے کے بعد تراویح حافظ صاحب جن کو رمضان شریف میں تراویح پڑھا کے لیے رکھا گیا، پڑھاتے ہیں، وتر جماعت کے لیے امامت کا مستحق امام مقیم ہے، یا حافظ صاحب؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

جس امام نے عشا کی فرض پڑھائی، وتر بھی وہی پڑھائے؛ لیکن تراویح پڑھانے والا وتر پڑھائے گا، تب بھی درست ہے، کوئی کراہت نہیں، اس میں تنازع نہ کرے۔(۲) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۲/۹/۱۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۱۶۹، ۱۷۰)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ۱/۱۱٦، دار الفکر بيروت، انيس

(۲) بظاہر قواعد سے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا، البتہ عالمگیریہ میں ''السراج الوہاج'' سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ فرض اور وتر خود پڑھاتے تھے اور تراویح حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھواتے تھے'' تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامِ فرض کو امامِ وتر بنانا بہتر ہے، ہاں اگر امامِ فرض وتر کی جماعت میں شریک ہی نہ ہو (خواہ کسی عذر کے باعث، یا خود قرآن شریف دوسری جگہ پڑھنے وغیرہ کے سبب) تو پھر کسی دوسرے کو امامِ وتر بنانا خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہے''۔ (امداد الاحکام، فصل فی الوتر ودعاء القنوت: ۱/۶۰۳-۶۰۴، مکتبہ دار العلوم کراچی)

قد كان عمر رضى اللّٰه تعالیٰ عنه يأمهم فی الفريضة والوتر، وكان أبی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه يؤمهم فی التراويح، كذا فی السراج الوهاج. (الفتاویٰ الهندية، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراويح: ۱/۱۱٦، رشيدية)

حکم اقتداءِ حنفی باشافعی در وتر وشرائط آں:

سوال: ماہ رمضان میں بعد تراویح کے وتر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، اس وتر میں دو جماعت ہوتی ہیں، ایک امام حنفی، دوسرے شافعی۔۔۔، الگ الگ اپنے اپنے امام سے پڑھتے ہیں، دوسری صف میں ایک ہی ساتھ ہوتے ہیں اور اسی وتر میں الگ پڑھنا میرے خیال میں نہیں آتا، غرضکہ ہمارے مرشد نے بھی تاکید کی کہ ایک ہی جماعت سے پڑھ لیا کریں، ہمارے پیر بھائی تو پڑھتے ہیں، آئندہ بھی پڑھیں گے، کتاب شہابیہ مذہب شافعی کی اور شرائط المذہب میں بھی پڑھنے کا طریقہ لکھا ہوا ہے، ان کتابوں کو دکھانے سے بھی نہ حنفی، نہ شافعی کوئی نہیں مانتا؛ اس لیے اس وتر کی نماز کو ایک ہی جماعت سے پڑھیں، یا نہ پڑھیں؟ حکم شرعی صادر فرماویں۔

الجواب

حنفی کو وتر میں شافعی المذہب کی اقتدا قول اصح کی بنا پر جائز ہے، بشرطیکہ وہ تین رکعت بدون فصل بالسلام کے پڑھے اور بشرطیکہ امام نیت مطلقِ وتر کی کرے، وتر تطوع، یا وتر مسنون کی نیت نہ کرے۔

قال في الدر المختار: وصح الاقتداء فيه بشافعي لم يفصله بسلام لأن فصله على الأصح فيهما للاتحاد وإن اختلف الاعتقاد، آه.

قال الشامي: خلافًا لما في الارشاد من أنه لايجوز أصلاً بإجماع أصحابنا، لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، آه.

ثم قال تحت قوله للاتحاد: واستشكله في الفتح بأنه اقتداء المفترض بالمتنفل وإن لم يخطر بخاطره عند النية صفة السنية أوغيرها بل مجرد الوتر لتقرر النفلية في اعتقاده وردّه في البحر بما صرح في التجنيس أيضا من أن الإمام إن نوى الوتروهويراه سنة جاز الاقتداء كمن صلى الظهر خلف من يرى أن الركوع سنة وإن نواه بنية التطوع لايصح الاقتداء؛ لأنه يصير اقتداء المفترض بالمتنفل، آه. (٦٩٩/١)(١)

ہر چند کہ حنفی کی اقتدا شافعی کے ساتھ وتر میں قول اصح پر جائز ہے؛ مگر مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، بعض مشائخ نے اجازت نہیں دی اور جو جائز کرتے ہیں، وہ بھی اس شرط سے جائز کرتے ہیں کہ کہ شافعی امام وتر مطلق کی نیت کرے، وتر تطوّع، یا مسنون کی نیت نہ کرے اور اس کی رعایت کا علم قدرے دشوار ہے؛ اس لیے جو حنفی جماعتِ وتر حنفی امام کے ساتھ شافعیہ سے الگ کرتے ہیں، ان پر ملامت نہیں کی جاسکتی۔

۶ رشعبان ۱۳۴۳ھ (امداد الاحکام: ۲۰۵/۲، ۲۰۶)

(۱) ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۸/۲، دارالفکر بیروت، انیس

وتر میں شافعیہ کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: یہاں زمانۂ دراز سے حنفی شافعی رہتے ہیں، تقریبا پچیس تیس سال کے آگے حنفی امام مقرر تھے، کل حنفی وشافعی اس امام کی اتباع میں نماز پنجگانہ ووتر وتراویح وجمعہ وعیدین وغیرہ ادا کرتے تھے، اب تقریبا پچیس سال سے دوسرے شہر کے حافظ شافعی امام مقرر ہیں، کل حنفی وشافعی ایک ہی امام کے پیچھے ایک ہی جماعت سے نماز پنجگاہ ووتر وتراویح وجمعہ وعیدین باتفاق تمام ادا کرتے آئے ہیں، وقت عصر وعشاوصبح میں شافعی امام حنفی مسئلہ کی رعایت سے تاخیر سے ادا کرتے آئے ہیں، رمضان شریف میں وتر بھی حسب عادت قدیم شافعی وحنفی علماء کی صلاح پر ایک ہی سلام سے شافعی امام پڑھاتے ہیں، یک بیک ایک صاحب کہیں سے آ کر شافعی وحنفی میں پھوٹ ڈالنے کے قصد سے کہا کہ نماز وتر بہ مذہب شافعی ایک سلام سے جائز نہیں، حنفی وشافعی جدا جدا دو جماعت سے ہی پڑھنا جائز ہوگا، اہل جماعت سے ایک دو صاحب ان کی بات کا اتباع کر کے وتر دو سلام سے پڑھنا چاہتے ہیں؛ مگر باقی اہل جماعت حسبِ عادتِ قدیم ایک ہی سلام سے پڑھنا چاہتے ہیں؛ کیوں کہ دو سلام کے پڑھنے سے حنفیوں کی دوسری جماعت کرنی ہوگی، یہی افتراق آئندہ دوسرے اوقات میں بھی دو جماعت کا باعث ہوگا، پس ایک ہی مسجد میں دو جماعت ہونے سے ضرور فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے؛ اسی لیے اتفاق کو بحال رکھنے کے لیے اکثروں کا ارادہ مصمم ہے کہ اس مسئلہ کے متعلق شرائط المذاہب اردو باب الوتر والنوافل میں ہے: ''یعنی اور افضل ہے نزدیک ائمہ ثلاثہ کے وتر فصل سے پڑھنا؛ لیکن مقتدی حنفی ہوں تو وصل سے پڑھے، نہیں تو اقتدا حنفی کی درست نہ ہوگی، انتہی''۔ چوں کہ یہ عبارت اردو ہے، اس کی اصل عبارت کس کتاب میں ہے، معلوم نہیں اور کتاب الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے:

وصح الاقتداء فيه ففي غيره أولىٰ إن لم يتحقق منه مايفسد ها في اعتقاده في الأصح كما بسط في البحر بشافعي مثلاً لم يفصله بسلام لا أن فصله على الأصح فيهما للاتحاد وإن اختلف الاعتقاد. (۱)

اور درست ہے وتر میں اقتداء حنفی کا پیچھے شافعی کے مثلا جو وتر کو سلام سے جدا نہ کردے، یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیردے تو وتر کے غیر میں اقتداء بطریق اولی درست ہے، بشرطیکہ امام سے کوئی ایسا امر متحقق نہ ہو، جو نماز کا مفسد ہو، انتہی، باقی کتاب میں دیکھ لیں۔

اور عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ (۲) مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی مرحوم میں ہے:

قوله خلافًا للشافعي أى في أحدًا قوله الثلٰثة أحدها كقولنا وثانيها يوتر ثلثا بتسليمتين بأن

---

(۱) الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۹٤/۱، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱۷۰/۱، انيس

یشهد علیٰ رأس الرکعتین ویسلم ثم یصلی رکعة واحدة وثالثها أنه مخیر بین أن یوتر بثلث بتسلمیة، انتهیٰ.

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بمذہب امام شافعی وتر کے بارے میں تین روایت ہیں، جن میں ایک روایت موافق حنفیہ ایک ہی سلام سے تین رکعت اور ایک روایت میں تخییر ایک رکعت، یا تین رکعت بیک سلام، ان روایات کی تفصیل سے اطلاع فرمادیں؟ اس مسئلہ کے متعلق مقام واقعہ؛ یعنی کذمور، اولذ، نون کے مذکورہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے قول فیصل کیا ہوسکتا ہے، بحوالہ کتب مع عبارت عربی تحریر فرما کر اہل جماعت کو ممنون فرماویں؟ کیوں کہ افتراق کا سخت اندیشہ ہے، مذکور نماز وتر شافعی کے پیچھے حنفی کو، حنفی کے پیچھے شافعی کو جائز نہ ہو تو کتنے سال کی نماز قضا کرنی چاہیے؟ صاف صاف مع حوالہ کتب ومزین مہر ودستخط سرفراز فرماویں؟

الجواب

قال فی رحمة الأمة فی باب صلاة النفل، ص: ٤٧: وأقل الوتر رکعة وأکثره أحدیٰ عشرة رکعة وأدنیٰ الکمال ثلث رکعات عند الشافعی وأحمد وقال أبو حنیفة الوتر ثلث رکعات بتسلیمة واحدة لایزاد علیها ولا ینقص منها وقال مالک الوتر رکعة قبلها شفع منفصل عنها، آه.

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک وتر کی ایک رکعت جائز ہے، مگر کامل نہیں، وتر کامل ان کے نزدیک بھی تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں، **کما هو مفهوم قوله وأدنیٰ الکمال ثلث رکعات، إلخ، ولیس محمله ثلث بالفصل بالسلام بینهن لذکره ذلک فیما بعد مذهبا لمالک والله أعلم**

اور زیادہ تحقیق مذہب شافعی کی علماء شافعیہ سے کی جاوے۔ رہا یہ کہ حنفی کو شافعی کی اقتدا وتر میں جائز ہے، یا نہیں؟ تو اصح قول حنفیہ یہ ہے کہ چند شرائط سے جائز ہے۔

(۱)　یہ کہ وہ تین رکعات بدون فصل بالسلام کے پڑھے اور درمیان دو رکعت پر قعدہ کرے۔(۱)

(۲)　یہ کہ وہ مطلق وتر کی نیت کرے، وتر کی نیت کرے، وتر تطوع، یا وتر مسنون کی نیت نہ کرے۔ (صرح به فی الشامیة: ٦٩٩/١)(۲) واللہ اعلم

۲۱ر شعبان ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۲۰۹-۲۱۱) ☆

---

(۱)　صح الاقتداء فیه یعنی الوتر ففی غیره أولیٰ ان لم یتحقق منه ما یفسد ها فی اعتقاد فی الأصح کما بسطه فی البحر بشافعی مثلاً لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الأصح فیهما للاتحاد وان اختلف الاعتقاد. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الوتر و النوافل: ٩٤/١، انیس)

(۲)　ولذا ینوی الوتر لا الوتر الواجب الذی ینبغی أن یفهم من قولهم أنه لا ینوی أنه واجب، أنه یلزمه ==

شافعی کے پیچھے حنفی کا وتر پڑھنا:

جناب مولانا تقی صاحب! ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے، افریقہ میں اکثر شافعی مسجدیں ہیں، وہاں حنفی مسلک کے لوگ بھی نماز پڑھتے ہیں، جب وتر کا مسئلہ آتا ہے تو حنفی اگر شافعی مسلک کے امام کے پیچھے تراویح کے بغیر وتر پڑھیں تو صحیح ہے، یا علاحدہ جماعت کرنا ضروری ہے؟ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا جواب مندرجہ ذیل پتہ پر دیں، ٹکٹ کے پیسے لفافہ کے اندر نہیں بھیجے، چوں کہ یہ قانونا جرم ہے۔

احمد رحمت اللہ (دارالسلام، تنزانیہ)

الجواب

شافعی حضرات چونکہ وتر دوسلاموں کے پڑھتے ہیں اور حنفی مسلک میں اس طرح نماز نہیں ہوتی (۱) اس لئے حنفی فی حضرات کو چاہئے کہ وہ وتر میں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں بلکہ اپنی نماز علیحدہ ادا کریں، تراویح ان ہی کے ساتھ ادا کرلیا کریں اور وتر کے وقت علیحدہ ہوجائیں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۱۳۹۹/۹/۱۵ھ (فتویٰ نمبر ۱۳۰۹، ۳۱ھ، ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۵۱۷)

== تعيين الوجوب لا منعه من ذلک ؛لأنه ان كان حنيفاً ينبغي أن ينويه ليطابق اعتقاده وان كان غيره فلا تضره تلك النية.(رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۴۵، انيس)

☆ نمازِ وتر میں شوافع کی اقتدا کا حکم:

سوال: شافعی مذہب کے امام رمضان میں وتر دوسلام سے ادا کرتے ہیں، پہلے دو رکعت کی نیت کر کے سلام پھیرتے ہیں، اس کے بعد ایک رکعت کی نیت کر کے سلام پھیرتے ہیں، اکثر مقتدی حنفی المذہب بھی شریک تراویح ہوتے ہیں، امام صاحب شافعی کا یہ کہنا ہے کہ تم لوگ بھی شریکِ وتر ہوجاؤ، جب ہم دو رکعت پر سلام پھیریں تم فوراً کھڑے ہوجاؤ، اور اپنی ایک رکعت پوری کرلو، حنفی المذہب مقتدی ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنا دوسرا امام مقرر کر کے بہ جماعت وتر تین رکعت ادا کر لیتے ہیں؟

الجواب

ایسی حالت میں اس کی اقتداء جائز نہیں ہے، اس طریقہ سے وتر صحیح نہیں ہو سکتے۔

كما في الدر المختار (كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/ ۹۴، انيس) (وصح الاقتداء فيه بشافعي لم يفصله بسلام) لأن فصله (على الأصح) فيهما.

وقال الشامي: قوله على الأصح فيهما أي في جواز أصل الاقتداء فيه بشافعي وفي اشتراط عدم فصله، إلخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۴۴، انيس) فقط و الله أعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ، ۸/ شوال ۱۳۴۸ھ۔ الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ ۱۰/ شوال ۱۳۴۸ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۲۱۸)

(۱) في البحر الرائق: ۲/ ۳۹-۴۰ (كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۷۰، مكتبة زكريا ديوبند، انيس): فظهر بهذا أن المذهب الصحيح صحة الاقتداء بالشافعي في الوتر إن لم يسلم على رأس الركعتين و عدمها إن سلم. والله الموفق للصواب ==

شافعی امام کے پیچھے حنفی کے وتر پڑھنے کا حکم:

سوال: شافعی امام کے پیچھے وتر پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ جائز ہے تو کن شرائط کے تحت؟ براہ کرم تفصیلی طور پر آگاہ فرمائیں؟

الجواب

شافعی کے پیچھے حنفی کی اقتدا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

(۱) حنفی کے مذہب کے مطابق شافعی کی نماز میں کوئی مفسد نماز فعل نہ ہو۔

(۲) حنفی مقتدی کو یقین ہو کہ شافعی امام جائز و ناجائز کے اہم مختلف فیہ مسائل میں احتیاط سے کام لیتا ہے، مثلا بہتے ہوئے خون کے نکلنے سے وضو کر لیتا ہے اور اگر اسے اس کا یقین ہو کہ امام احتیاط نہیں کرتا تو نماز صحیح نہ ہوگی اور اگر اسے اس سلسلہ میں کچھ معلوم نہیں کہ احتیاط کرتا ہے، یا نہیں؟ تو نماز مکروہ ہوگی۔

(۳) وتر میں اقتدا کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تین رکعتوں کو دو سلاموں کے ساتھ نہ پڑھے (جیسا کہ ان کا مذہب ہے) اور اس میں مقتدی کو اپنا قنوت "اللھم إنا نستعینک، الخ" رکوع کے بعد پڑھنا چاہیے، پہلے نہیں؛ کیوں کہ شافعی امام بھی رکوع کے بعد پڑھے گا اور اس مسئلہ میں اس کی متابعت کرنا ضروری ہے۔

ان تمام مسائل کے دلائل کتب فقہ سے حسب ذیل ہیں:

{ا} درمختار میں ہے:

ومخالف کشافعي (یعني یکره الاقتداء به) لکن في وتر البحر: إن تیقن المراعاة لم یکره، أو عدمها لم یصح وإن شک کره.(۱)

اور علامہ شامی اس کے تحت فرماتے ہیں:

هذا هو المعتمد؛ لأن المحققین جنحوا إلیه، وقواعد المذهب شاهدة علیه، وقال کثیر من المشایخ: إن کان عادته مراعاة مواضع الخلاف جاز وإلا فلا، ذکره السندي. (ردالمحتار: ۵۲٦/۱)(۲)

(مثله في شرح الکنز للعیني: ٤٦/۱)(۳)

== وفي ردالمحتار (کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ٤٤٤/۲، انیس) (قوله: علی الأصح فیهما) أي في جواز أصل الاقتداء فیه بشافعي، وفي اشتراط عدم فصله خلافًا لما في الارشاد من أنه لایجوز أصلاً بإجماع أصحابنا، إلخ.

(۱) الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الامامة: ۸۳/۱، انیس

(۲) رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الامامة: ۵٦۲/۱-۵٦۳ (طبع: ایچ ایم سعید)

(۳) رمز الحقائق، شرح العینی علی کنز الدقائق، باب الوتر والنوافل: ٤۵/۱، طبع إدارة القرآن، کراچی

{۲} درمختار میں ہے:

(وصح الاقتداء فيه)(يعني الوتر)،ففي غيرهأولٰى إن لم يتحقق منه مايفسدها في اعتقاده في الأصح كمابسطه في البحر(بشافعي)مثلاً(لم يفصله بسلام)لا إن فصله (على الأصح)فيهما للاتحاد وإن اختلف الاعتقاد.(۱)

{۳} "يأتي المأموم يقنوت الوترولوبشافعي يقنت بعد الركوع؛لأنه مجتهد فيه،وقال الشامي تحت قوله:(ولوبشافعي،إلخ)أي ويقنت بدعاء الاستعانة لا دعاء الهداية".(۲)

وقال تحت قوله(لأنه مجتهد فيه،إلخ):..."والظاهرأن المراد من وجوب المتابعة في قنوت الوتربعد الركوع المتابعة في القيام فيه لا في الدعاء.(ردالمحتار:۱/٦٢٦)(۳)

تنبیہ: جوشرط ہمارے یہاں شافعی کے پیچھے اقتدا میں ہے کہ کوئی مفسد نماز لازم نہ آئے،وہی شرط شافعی حضرات کے یہاں حنفی کے پیچھے نماز پڑھنے میں ہے،جیسا کہ علامہ عینی نے شرح کنز میں لکھا ہے:

الشافعي أيضًا يقول بمثله في حق الحنفي فيقول:لايجوزاقتداء الشافعي الحنفي إلا إذا كان يحتاط في موضع الخلاف.

پھر چند سطروں کے بعد ہے:

يجوزاقتداء الحنفي بالشافعي والشافعي بالحنفي وكذا بالمالكي والحنبلي مالم يتحقق من إمامه مايفسد صلاته في اعتقاده.(عيني:۱/٤٦)(۴)واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ،۱۳۹۹/۹/۱۵ھ(فتویٰ نمبر:۳۱/۱۶۰۹،ج)(فتاویٰ عثمانی:۱/۵۱۷-۵۱۹)

شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا:

سوال: ہمارے یہاں رمضان کی تراویح میں کچھ شافعی بھی رہتے ہیں،تراویح ختم پر شافعی لوگ الگ اپنی وتر کی نماز الگ پڑھتے ہیں،یہ فعل شریعت کی رو سے درست ہے،یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ حامدًا ومصلياً

آپ ان کو کچھ نہ کہیں،وہ اپنے امام کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۱/۸/۲۸ھ۔(فتاویٰ محمودیہ:۷/۱۶۸-۱۶۹)

(۱) الدرالمختارباب الوتر والنوافل:۱/۷-۸،طبع:سعيد
(۲) الدرالمختار مع رد المحتار،باب الوتروالنوافل:۲/٤٤٤،انيس
(۳) ردالمحتار:۲/۸-۹ (طبع :سعيد)
(۴) شرح العيني على الكنزالمسمى رمزالحقائق،باب الوتروالنوافل:۱/٤٥(طبع ادارة القرآن كراچی)

نماز وتر اور دعاء قنوت سے چند سوالات:

سوال(۱) کیا رمضان المبارک میں شافعی المسلک والے وتر کی نماز الگ با جماعت امام کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟ جب کہ بیس رکعت حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے، پھر شافعی مسلک والے وتر الگ کیوں پڑھتے ہیں؟

(۲) رمضان المبارک میں شافعی مسلک والے وتر کی نماز میں سولھویں رات سے دعائے قنوت پڑھتے ہیں، کیا یہ دعائے قنوت پہلی رات سے پڑھنی شروع کریں تو کچھ حرج ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعائے قنوت کب پڑھا کرتے تھے، وتر کی نماز میں، یا صبح کی نماز میں؟

هو المصوب

(۱) شافعی حضرات وتر با جماعت پڑھ سکتے ہیں، اگر دوسری جگہ ہو، البتہ بہتر یہی ہے کہ ساتھ ہی پڑھیں، ان کے یہاں وتر تین رکعت ایک سلام بھی جائز ہے۔(۱)

قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں اتفاق اور ایک جماعت کو بہت اہمیت دی گئی ہے اور نماز کی اہمیت اتحاد کا مظہر ہے؛ اسی لیے علما بھی اتحاد واتفاق کو مستحباب وغیرہ پر ترجیح دی ہے، اس کی بھی صراحت کی ہے کہ مستحبات کو ائتلاف واتفاق کو مستحبات وغیرہ پر ترجیح دی ہے، اس کی بھی صراحت کی ہے کہ مستحبات کو ائتلاف واتفاق کے لیے ترک کر دینا مستحب ہوتا ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یستحب الرجل أن یقصد إلٰی تألیف القلوب بترک هٰذه المستحبات؛ لأن مصلحة التألیف

(۱) تسن الجماعة فی التراویح للإتباع فیها کما مر، وفی الوتر معه، أی: مع فعل التراویح جماعة أو فرادیٰ لنقل الخلف له عن السلف. (فتح الرحمن بشرح زید بن رسلان، باب صلاة الجماعة: ۱/۳٤٥، دار المنهاج بیروت، انیس)

الوتر سنة عندنا بلاخلاف وأقله: رکعة بلا خلاف وأدنٰی کماله: ثلاث رکعات وأکمل منه: خمس، ثم سبع، ثم تسع، ثم احدیٰ عشرة، وهی أکثره علٰی المشهور فی المذهب وبه قطع المصنف و الأکثرون. (المجموع شرح المهذب: ۳/۳٥۰) (باب صلاة التطوع: ۳/۳٥۰، دار الکتب العلمیة بیروت، انیس)

ومن أهم ما یذکر فی الوتر أن الأفضل فی عدة رکعاتها ماذا؟ فذهب بعض أصحابنا إلٰی أن الاتیان بثلاث موصولة أفضل فإن ذلک صحیح وفاقاً والإیتار برکعة واحدة مختلف فیه وارتیاد ما یصح وفاقا أولٰی فإن الصلاة خطیرة عظیمة الموقع وهذا اختیار أبی زید المروزی، ومن أصحابنا من قال: الأفضل الإیتار برکعة فردة وغلا هذا القائل بها، فقال: لو أوتر بإحدی عشرة وأوتر برکعة فردة فالرکعة الفردة أفضل من إحدی عشرة. (نهایة المطلب فی درایة المذهب، باب فی صلاة التطوع: ۲/۳٦۰، دار المنهاج بیروت، انیس)

فی الـدین أعظم من مصلحة فعل مثل هٰذا كما ترک النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم تغییر بناء البیت لـمـا فـی إبـقـائـه مـن تأليف القلوب وكما أنكر ابن مسعود علی عثمان إتمام الصلاة فی السفر ثم صلّٰی خلفه متما وقال: الخلاف شر .(۱)

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والـذی يـمـيـل إليه القلب عدم كراهة الاقتداء بالمخالف مالم يكن غير مراع فی الفرائض؛ لأن كثيـراً مـن الـصـحابة والتابعين كانوا أئمة مجتهدين وهم يصلون خلف إمام واحدٍ مع تباين مذاهبهم". (۲)

لكن فی وتر البحر: إن تيقن المراعاة لم يكره. (۳)

قـولـه: إن تيـقـن المراعاة فی الفرائض من شروط وأركان فی تلک الصلاة، وإن لم يراع فی الواجبات والسنن كما هو ظاهر سياق كلام البحر. (۴)

(۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فجر میں بھی قنوت پڑھا ہے اور وتر میں بھی؛ لیکن فجر میں خاص موقع سے قنوت نازلہ پڑھا تھا، وتر میں پابندی سے پڑھا۔(۵)

---

(۱) مجموع فتاویٰ شيخ الإسلام، باب ترک المستحبات جائز لتأليف القلوب: ۴۰۷/۲۲، مجمع الملک فهد لطباعة المصحف الشريف، انيس

(۲) ردالـمحتار، كتاب الصلاة، بـاب الامـامة، مـطـلـب إذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الأفضل الصلاة مع الشافعی أم لا؟: ۵۶۴/۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۳-۴) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب الامامة: ۵۶۳/۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۵) عن محمد بن سيرين قال: سئل أنس بن مالک: أقنت النبی صلی اللّٰه تعالٰی عليه فی الصبح؟ قال: نعم، فقيل أوقـنـت قبـل الـركـوع؟ قـال قـنـت بـعـد ركوع يسيراً. (صحيح البخاری، أبواب الوتر، باب القنوت قبل الركوع، رقم الحديث: ۱۰۰۱)(۱۳۶/۱، ط: سهارنپور، انيس)

عـن أنـس بـن مـالک قـال: قـنـت الـنـبـی صـلی اللّٰه عليه وسلم شهراً، يدعوا علٰی رعل وذكوان. (صحيح البخاری، أبواب الوتر، باب القنوت قبل الركوع، رقم الحديث: ۱۰۰۳)(۱۳۶/۱، ط: سهارنپور، انيس)

قـال الحسن بن علی رضی اللّٰه تعالٰی عنه: علمنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی عليه وسلم كلمات أقولهن فی الـوتـر: الـلٰهـم اهـدنی فيمن هديت. (سنن الترمذی، أبواب الوتر، باب ماجاء فی قنوت الوتر، رقم الحديث: ۴۶۴، قال الترمذی: هٰذا حديث حسن لايعرفه إلامن هٰذا الوجه)

والحديث بتمامه:

عَـنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ قَالَ: عَلَّمَنِی رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِی الْوِتْرِ قَالَ: قُلْ: "اللَّهُمَّ اهْدِنِی فِيمَنْ هَدَيْتَ، وَبَارِكْ لِی فِيمَا أَعْطَيْتَ، وَتَوَلَّنِی فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَقِنِی شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّکَ تَقْضِی ==

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا یہ ہے کہ فجر کا قنوت مستقل سنت ہے، وتر میں صرف رمضان کے نصف اخیر میں مسنون ہے۔(۱) یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا اجتہاد ہے، جو قرآن وحدیث پر ہی مبنی ہے اور وہ مجتہد تھے۔شریعت نے مجتہد کے اجتہاد کو تسلیم کیا ہے، ان کی تقلید جائز ہے اور شوافع اسی کو صحیح سمجھتے ہیں۔

تحریر: محمد علی لکھنوی ندوی، تصویب: ناصر علی ندوی۔(ندوۃ العلماء:۴۲/۳-۴۴)

☆ ☆ ☆

== وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ".(أخرجه أبو داؤد فی السنن، رقم (١٤٢٥-١٤٢٦)، والترمذی فی الجامع، رقم (٤٦٤) وقال:وفی الباب عن علی، هذاحديث حسن لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حديث أبی الحوراء السعدة واسمه ربيعة بن شيبان ولا نعرف عن النبی – صلى الله عليه وسلم – فی القنوت شيئا أحسن من هذا، والنسائی فی المجتبى (٣٤٨/٣)، وابن ماجة فی السنن، رقم(١١٧٨)، وأحمد فی المسند (١٩٩/١-٢٠٠)، وابن أبی شيبة فی المصنف (٣٠٠/٣-٣٨٤/١٠)، وأبو يعلى فی المسند، رقم (٦٧٦٥، ٦٧٨٦)، وابن حبان فی الصحيح، رقم (٥١٢، ٥١٣)، والطبرانی فی الكبير(٧٢/٣-٧٧) والدعاء، الأرقام (٧٣٥-٧٤٩)، والحاكم فی المستدرک (١٧٢/٣، ٤٧٢)وصححه، وصححه ابن المنذر فی الأوسط (٢١٤/٥)، والنووی فی الأذكار (١١٧)،وابن حجر فی نتائج الأفكار (١٣٩/٢)، وله شاهد من حديث ابن عباس، أخرجه محمد بن نصر فی كتاب الوتر (١١٤، ١٣٥، ١٣٨)انیس)

(۱) أن المشهورمن مذهبنا أنه يستحب القنوت فيه فی النصف الأخيرمن شهر رمضان خاصة.(المجموع شرح المهذب،باب صفة الصلاة فی فرع فی مذاهبهم فی القنوت فی الوتر:٣٥٩/٣، مزید دیکھئے: نہایۃ المطلب:۳۶۲/۲)

مذهبنا أنه يستحب القنوت فيها(صلاة الصبح)سواء نزلت نازلة أولم ينزل وبهذا قال أكثرالسلف ومن بعده. (المجموع شرح المهذب للنووی،باب صفة الصلاة ، فی فرع فی مذاهب العلماء فی اثبات القنوت فی الصبح:٣٣٥/٣) (دار الكتب العلمية بيروت، انیس)